إِنَّ اللهَ يَقُولُ - إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ

۱۳۹۶ھ

سوانح نیک گو مشاہیر معروف ہند

۱۳۹۶ھ

تذکرۂ اربابِ ہمت	دیوانِ تذکرہ
۱۹۷۶ء	۱۳۹۶ھ

تالیف مفیدِ خلائق

۱۳۹۶ھ

حیطۂ قلم محمد عثمان اعظمی

۱۹۷۶ء

فہرست مشاہیر پورہ معروف

پیش لفظ

حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری مدیر "البلاغ" بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

علم اسمار الرجال مسلمانوں کے خاص علمی و دینی محاسن و مفاخر میں سے ہے اور اس فن کے ذریعہ انھوں نے اپنے دینی و علمی اعاظم رجال اور رُواۃِ حدیث کے تذکرے لکھے اور اسی سلسلہ میں تقریباً ہر اسلامی بستی کی تاریخ اور وہاں کے علمار و فضلار اور مشائخ کے حالات میں مستقل کتابیں لکھیں جس کی وجہ سے اسلاف سے اخلاف کا تعلق رہا، ہندوستان میں بھی اسی طرح کا کام ہوا، مگر نسبتہً کم ہوا، اور نتیجہ کے طور پر ملّی نقصان ہوا، مآثر الکرام کے مقدمہ نگار نے صحیح لکھا ہے کہ اگر علمار و فضلار و دیگر مشاہیر کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اہلِ قصبات کا ملک پر بہت بڑا احسان ہے، کاش مولانا آزاد بلگرامی کی طرح دوسرے اہل قصبات بھی اس بات کا خیال رکھتے اور اپنے اپنے قصبہ کے علمار، فضلار، صوفیار و دیگر مشاہیر کے حالات قلم بند کر ڈالتے تو ہندوستان کی تاریخ کو اس سے بڑی مدد ملتی، ہندوستان میں بکثرت ایسے قصبات ہیں کہ اگر ان کے حالات یا تاریخ لکھی جائے تو ایسی مفید معلومات اس سے حاصل ہو سکتی ہیں جس کا بڑی بڑی مبسوط تاریخوں میں پتہ نہیں۔ (ص ۷)

پھر ہندوستان کے موجودہ سیاسی اور ملکی حالات میں سخت ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی بستیوں کی علمی و دینی تاریخ مرتب کر دیں تاکہ آئندہ نسلوں کے کام آئے۔

راقم نے "اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" کے مقدمہ میں اسی کے پیش نظر لکھا تھا کہ ملک

میں مسلمانوں کی جو بستیاں علم وفضل اور دینی امانت کا صدیوں تک گہوارہ رہ چکی ہیں انکی بھی اسلامی تاریخ مرتب کر دینی چاہیئے تاکہ سند رہے اور وقت پر اپنی نسل کے کام آئے، ورنہ فرقہ واریت اور تعصب کا منصوبہ یہاں سے ایک ایک اسلامی نشان کو مٹا دینا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی اور ثقافت سے محروم کر کے مسکین و یتیم بنانے کی کوشش میں ہے، اس کے دفاع کی ایک کامیاب شکل یہ بھی ہے۔ اسی جذبہ کے ماتحت راقم نے "تذکرۂ علمائے مبارکپور" لکھ کر اپنے قصبہ کی علمی اور دینی تاریخ مرتب کی، اور اب عزیز گرامی مولانا محمد عثمان معروفی اپنے قصبہ پورہ معروف کے مشاہیر کے حالات مرتب کر رہے ہیں، پورہ معروف ہمارے دیار میں قدیم دور سے ارباب علم و فضل کا معدن رہا ہے، آج بھی یہاں کے علماء اور مدرسین ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، ضرورت تھی کہ یہاں کے علماء و مشائخ کے حالات مرتب کئے جائیں، اسکے مرتب تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، اس سے پہلے بھی انھوں نے مولانا محمد طاہر معروفیؒ کا تذکرہ مرتب کر کے شائع کیا ہے، نیز دیگر کتابیں لکھیں، وہ اپنی بستی کی علمی تاریخ مرتب کرنے پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ ان کی یہ کوشش قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

قاضی اطہر مبارکپوری۔ مبارک پور

۱۱؍ ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ، ۲۶؍ نومبر ۱۹۷۴ء

مُقدّمہ

بسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیمِ الماجِدِ المتِین

١٣٩٦ھ

نحمدُ اللہ السّمیعَ الحلیمَ وَ نُصلّیٰ علیٰ رسُولِہ الکریمِ

١٣٩٦ھ

ضلع اعظم گڑھ

باغِ ادب میں جو گل رنگیں کھلا کوئی ، دامن میں چُن لیا نظرِ انتخاب نے

قدیم تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ کاشی راج (بنارس) اور کوشل راج (اجودھیا) کے درمیان تمسا (ٹونس) ندی سرحد تھی، اس وقت موجودہ ضلع اعظم گڑھ جنگلات پر مشتمل تھا جو سنیاسیوں اور تارک الدنیا لوگوں کے لئے عبادت و ریاضت کا کام دیتا تھا، ٹونس کے کنارے دُرباسا، دتّہ تری اور دیول مہاراج کے آشرم تھے، آج بھی دُرباسا میں، نظام آباد میں دتّہ تری اور دیولاش میں ان رشیوں کی یاد میں میلے اور اشنان ہوتے ہیں، اس زمانہ میں اعظم گڑھ کے ان جنگلی علاقوں پر (۱) سیوری (۲) چیرو (۳) بھر (۴) اور راج بھر اقوام حکمراں تھیں۔ پورہ معروف کے اطراف میں بھی راج بھر قوم کے آثار و نشانات کا پتہ چلتا ہے۔ پورہ معروف سے جانب مغرب ایک میل پر بندرابن میں راج بھر کی کوٹ کے نشانات اب بھی قدرے پائے جاتے ہیں، میرے بچپن میں وہاں بہت بڑی بڑی لاکھم اینٹوں کا بہت بڑا ملبہ موجود تھا، یہ اینٹیں لمبائی چوڑائی میں پتھر کی موٹی پٹیاں معلوم ہوتی تھیں، عمارتوں کے کچھ نشانات، ویران کنویں وغیرہ موجود تھے، مرورِ زمانہ سے کوٹ کے سارے نشانات آہستہ آہستہ مٹ گئے اور یہ جگہ کھیت کی شکل میں تبدیل ہوگئی

چیرو قوم کا مرکز اور قلعہ اس طرف چریا کوٹ میں تھا جسے غالباً شاہان شرقیہ کے دور

میں مسلمانوں نے فتح کیا، سلطان محمود غزنوی متوفی ۴۲۱ھ کے مسلسل ہندوستان پر حملوں نے فتوحات اسلام کے راستے کھول دیئے تھے اور یہ علاقے بھی اسلام و مسلمانوں سے آشنا ہو چکے تھے، ۵۴۷ھ ۱۱۵۲ء کے بعد ان علاقوں میں مسلمانوں کا عمل دخل ہوا، پھر قطب الدین ایبک شاہ دہلی کے ایک فوجی افسر نے ۵۹۲ھ ۱۱۹۵ء میں اودھ کا پورا علاقہ فتح کرکے دہلی کے ماتحت کر لیا جس کے بعد سے یہاں راج بھر قوم کا دور اقتدار ختم ہو گیا اور یہ علاقے مسلمانوں کے زیر تصرف آگئے۔ سید سالار مسعود غازیؒ جنکی ولادت اجمیر میں ۲۱ر شعبان ۴۰۵ھ میں اور شہادت بہرائچ میں ۴۲۴ھ میں ہوئی، انکی سرگرمی سے اسلامی فتوحات کا ایک الگ دور شروع ہوا، سید صاحب نے سپہ سالار بختیار کاکیؒ کی معیت میں قنوج، مانک پور کڑا، ستر کھ اور جائس وغیرہ میں جہاد کیا، سید سالار غازیؒ کی یہ سرگرمیاں موجودہ اعظم گڑھ اور اس کے اطراف میں بھی جاری رہیں اور ایک روایت کے مطابق غازی صاحب نے بہرائچ جاتے ہوئے بھگت پور ضلع اعظم گڑھ میں کچھ دنوں قیام کیا، چنانچہ بھگت پور میں غازی صاحب کے نام کا مشہور میلہ اب تک لگتا چلا آرہا ہے، نیز غازی صاحبؒ کے ہمراہ ان کے رفقاء ملک حضرات بھی ان اطراف میں آئے جنکی قبریں اس دیار میں جگہ جگہ موجود ہیں اور جن کے نام سے بستیاں موسوم ہو گئیں

چنانچہ مئو ناتھ بھنجن میں ملک طاہر اور ملک قاسم کی قبریں ہیں، ان کے نام پر ملک طاہر پورہ اور قاسم پورہ آج بھی مئو میں موجود ہے۔

مبارکپور کے پاس سریاں سے متصل ملک شدنی کا مزار ہے جہاں ہر سال ۲۶ رجب کو درگاہ کا میلہ لگتا ہے۔ خیرآباد کے باہر شمال میں لب سڑک ملک جعفر کا مزار ہے، ملک بہروز کے نام پر بہروزپور آباد ہے، ایسے ہی ملک بشارت کے نام پر موضع بشارت پور آباد ہے، ملک بشارت کی قبر پورہ معروف کے جانب شمال تقریباً ایک میل پر میدان میں واقع ہے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد اور چند دوسری قبریں بھی ہیں۔

ملک طاہر اور ملک قاسم نے مئو میں جہاد کر کے ایک سرکش راجہ کو زیر کیا اور اس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو آباد کیا اور جن کی یادگاریں ان کے نام سے بستیوں کے نام مشہور ہوئے۔

شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ سے لیکر اودھ کے آخری نواب کے زمانہ تک موجودہ اعظم گڑھ اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں پر ایک نومسلم ریاست بھی قابض و دخیل رہی، اعظم گڑھ کے ان نومسلم راجاؤں کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ عہد جہانگیر میں مینھ نگر کا ایک راجپوت زمیندار و رئیس ابھیان پسر جیندر سین مسلمان ہوگیا، جہانگیر نے اسے دولت خاں کا لقب دیا اور چوبیس پرگنوں کی ریاست عطا کی جس میں نظام آباد، سگڑی، محمد آباد گوہنہ، چریاکوٹ، مئوناتھ بھنجن اور گھوسی کے پرگنہ جات شامل تھے، راجہ دولت خاں مینھ نگر میں لاولد فوت ہوگئے تو ان کا غیرمسلم بھتیجا ہربنس سنگھ ریاست کا مالک ہوا، اس کے پوتے بکرماجیت پسر دھرتی دھر پسر ہربنس سنگھ کے دو بیٹے اعظم خاں اور عظمت خاں تھے، جہانگیر کے زمانہ میں ۱۶۶۵ء ۱۰۷۶ھ میں اعظم خاں نے اعظم گڑھ آباد کیا اور عظمت خاں نے عظمت گڑھ بسایا، عظمت خاں کی وفات ۱۶۸۸ء میں ہوئی، ان کے بیٹے مہابت خاں مدھوبن پرگنہ گھوسی سے لیکر اتر ولیا ضلع گورکھپور کے راجہ تھے، ۱۷۳۱ء میں جب انھوں نے وفات پائی تو ان کے بیٹے ارادت خاں ۱۷۵۶ء تک ریاست کے مالک رہے پھر ان کے بیٹے جہاں خان ۱۷۵۶ء میں ریاست کے مالک بنائے گئے، کچھ دنوں کے بعد جہان خاں ایک جنگ میں مارے گئے تو فضل علی خاں حاکم غازی پور نے اعظم گڑھ پر قبضہ کر لیا، اور ۱۷۶۴ء میں جب نواب شجاع الدولہ نے انگریزوں کے مقابلہ میں بکسر کی لڑائی میں شکست کھائی تو اعظم خاں ثانی نے اعظم گڑھ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور ۱۷۷۱ء تک قابض رہے۔ ۱۷۷۲ء سے ۱۸۱۰ء تک ریاست کا کوئی مالک نہ تھا بلکہ نو ممبروں کی ایک کمیٹی کے ماتحت نظم تھا۔ اس دور میں جہانخاں کی بیوہ رانی نرہی نے نادر خاں پسر جہاں خاں کی معیت میں ریاست کا نظم چلایا۔ ۱۰ر نومبر ۱۸۱۰ء ۱۲۲۶ھ

میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس علاقہ پر قبضہ کرکے ضلع گورکھپور میں شامل کر دیا اور نادر خاں کو انگریزی حکومت نے ایک سو پچاس روپے ماہوار پنشن اور کچھ گاؤں دینا منظور کیا بعد میں یہ رقم تین سو کر دی گئی۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں جب نادر خاں فوت ہوئے تو جاگیر پر ان کے وارث مبارک خاں قابض ہو گئے مگر پنشن آدھی کر دی گئی۔ مبارک خاں کا انتقال سنہ ۱۸۵۵ء میں ہوا۔

اعظم گڑھ کا علاقہ برطانوی دور ۱۸۰۱ء میں گورکھپور میں شامل کر دیا گیا تھا پھر بیس سال کے بعد سنہ ۱۸۲۰ء/۱۲۳۶ھ کے شروع میں اسے دو حصہ کرکے ایک حصہ جونپور میں شامل کر دیا گیا جس میں دیوگاؤں، نظام آباد، ماہل، کوڑیا، تلھنی، اترولیا اور گوپال پور کے پرگنہ جات شامل تھے اور دوسرا حصہ غازی پور میں ملا دیا گیا جس میں سگڑی، گھوسی، چکیسر، سورج پور، بلہابانس قریات متو، چریاکوٹ، محمد آباد، مئو ناتھ بھنجن اور نتھو پور کے پرگنہ جات شامل تھے۔ پھر ۱۸ر دسمبر ۱۸۳۲ء/۱۲۴۸ھ میں اعظم گڑھ کو مستقل ضلع قرار دیا گیا، اس نئے ضلع میں آٹھ تحصیلیں تھیں جو ۱۸۲۰ء میں جونپور اور غازی پور میں شامل تھیں۔

ضلع اعظم گڑھ کا پہلا کلکٹر ۱۸۳۲ء میں مسٹر ٹامسن نامزد ہوا جو بعد میں لفٹنٹ گورنر ہوا، سنہ ۱۹۰۱ء میں پورے ضلع اعظم گڑھ میں ۴۷۰۰ دیہات قصبات تھے، سب سے بڑی آبادی ۱۸۸۳۵ خود اعظم گڑھ کی تھی، اس کے بعد مئو کی آبادی ۱۷۶۹۶ تھی، تیسرے درجہ پر مبارکپور کی آبادی ۱۵۴۳۲ تھی، محمد آباد، کوپاگنج اور دوہری گھاٹ میں پانچ ہزار سے زائد آبادی تھی۔

(ماخوذ از "البلاغ" بمبئی مارچ، اپریل، مئی و جون سنہ ۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ)

پورہ معروف

رنگینیاں جو حسنِ ازل کی تھیں منتشر سب کھینچ کے آگئیں نظرِ انتخاب میں

پورہ معروف مشرقی یوپی ضلع اعظم گڑھ کا ایک چھوٹا مگر بہت قدیم قصبہ ہے جو مئو ناتھ بھنجن سے پانچ میل کے فاصلہ پر شمال مغرب کی جانب دریائے ٹونس کے کنارہ واقع ہے۔ یہ قصبہ کب سے آباد ہے؟ اب تک اس کی صحیح تاریخ دستیاب نہ ہوسکی۔ قصبہ کی قدامت پر دلالت کرنے والے آثار و نشانات جو اب تک کسی درجہ میں قائم ہیں وہ راقم کی تالیف "حیاتِ طاہر" میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

مشہور ہے کہ اشاعتِ اسلام کے کچھ ہی عرصہ بعد جب بیرونی مسلمانوں کے قافلے ہندوستان میں داخل ہوئے تو سات بھائیوں کا ایک قافلہ اطراف پورہ معروف میں بھی آبسا، ان میں ایک بھائی شیخ محمد معروف نامی بھی تھے جنھوں نے سرزمین پورہ معروف کو اپنا مسکن تجویز کیا، انھیں کے نام سے یہ بستی موسوم ہوئی، بہت پہلے اس بستی کو "شیخ معروف بابا کا پورہ" کہا جاتا تھا، پھر تھوڑی تخفیف سے شیخ معروف کا پورہ کہا جاتا رہا، اس کے بعد پورہ شیخ معروف ہوا۔ اور اب صرف پورہ معروف کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ معروف صاحبؒ کا مزار عیدگاہ پورہ معروف کے جانب جنوب دریائے ٹونس کے بالکل کنارے واقع ہے۔ آپ کی قبر کو ایک غیر مسلم عقیدتمند نے ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق مارچ ۱۹۶۸ء میں پختہ عالیشان تعمیر کرادیا ہے، لیکن اپنے اکابر سے سُنا ہے کہ شیخ معروف صاحبؒ کی قبر دریائے ٹونس میں پہونچ چکی ہے کیونکہ دریا اپنے قدرتی بہاؤ کی وجہ سے بتدریج جانب آبادی بڑھتا آرہا ہے۔

پورہ معروف کو اطراف کے مواضعات پر عرصۂ دراز سے مرکزیت حاصل ہے اور آج بھی جمعہ وعیدین میں اطراف کے لوگ اسی مرکز پر جمع ہوتے ہیں، یہاں کی مسلم آبادی غیر مسلم برادران وطن کی بہ نسبت دوگنا سے بھی متجاوز ہے، پورہ معروف اور اس کے اطراف میں پہلے نیل کی کاشت اور اسکی تجارت ہوا کرتی تھی، اسی طرح دیسی شکر کے کارخانے بھی تھے جن میں نہایت عمدہ اور لذیذ شکر تیار ہوتی تھی جس کے مقابلہ میں مل کی شکر ہیچ ہے، یہ کارخانے اب بھی قائم ہیں، کاشتکاری میں بھی بڑا فروغ حاصل تھا۔ ہینڈلوم کی صنعت بھی کافی عروج پر تھی اور ہے جس کا کاروبار مئو کی مشہور صنعتی منڈی سے وابستہ ہے۔

ایک بات خاص طور سے قابل غور ہے کہ پورہ معروف اور اس کے اطراف کی اکثر وبیشتر آبادیاں مسلمانوں ہی کے نام سے موسوم تھیں اور ابتک اسی نام سے (قدرے تغیر کے ساتھ) پکاری جاتی ہیں جبکہ کسی کسی آبادی میں ایک بھی مسلم خاندان موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو نہ ہونے کے درجے میں ہے۔

ان آبادیوں کا مسلم نام سے موسوم ہونا دلالت کرتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں یہ علاقہ مسلمانوں کے زیر تصرف تھا اور دور دور تک مسلمانوں ہی کا عمل دخل رہا۔ مثال کے طور پر کچھ بستیوں کا نام آپ بھی ملاحظہ کیجئے:۔

پورہ معروف، اس سے پچھم کرتھی جعفر پور، شمال مغرب میں قطب پور (کتب پور) مولانا پور (ملنا پور)، نظام الدین پور، مغرب میں مصطفیٰ آباد، جمال پور، میر پور، رحیم آباد، جنوب میں قاسم پور، بقا پور، جنوب مشرق میں جہانیاں پور، غوث پور، چاند پور، سون برسا، مشرق میں فیض اللہ پور، شمال میں بشارت پور، فتح پور تال نرجا۔

یہ ایک اہم سوال ہے کہ ان بستیوں کے مسلم نام ہونے کے باوجود ان میں مسلم آبادی کیوں نہیں؟ اور اگر یہ ابتدا سے خالص غیر مسلم آبادیاں تھیں تو مسلمانوں کے نام سے موسوم ہونا بے معنیٰ ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن آبادیوں پر مسلم نام کا غلبہ اور شہرت ہو ان پر ان کا تسلط نہ ہو؟ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمانۂ قدیم میں کبھی کچھ ایسے انقلابات یا حادثات پیش آئے ہیں جن کی وجہ سے مسلم آبادیاں اگرچہ نیست و نابود ہو گئیں مگر ان کے مسلم نام زباں زد ہونے کی وجہ سے نہ مٹ سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک تاریخی شہادت پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان ہو جائے۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے ان اطراف میں جو ظلم و ستم ڈھایا اسکی جھلک ایک انگریز سپاہی کے ایک خط سے معلوم ہوتی ہے جسے اس نے جون ۱۸۵۷ء میں انگلستان بھیجا تھا اور مسٹر چارلس بالی نے اسے اپنی کتاب "ہندوستانی غدر کی تاریخ" میں طبع کیا ہے۔ انگریز سپاہی لکھتا ہے

"ہم چار سو اکیس (۴۲۱) میل کا فاصلہ آٹھ دن نو رات میں طے کر کے ۲۵ر جون کو بنارس پہونچے، دوسرے دن ہم تین حصوں میں تقسیم ہو کر مختلف راستوں میں نکل پڑے جس ڈویژن میں میں تھا وہ ایک دور افتادہ گاؤں کی طرف چل پڑا، ہم نے اس گاؤں کو آگ لگا کر راکھ کر دیا اور معلوم ہوا کہ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر باغیوں سے بھرا ہوا ایک گاؤں ہے، ہم ادھر روانہ ہوئے، ابھی تین سو گز کے فاصلہ پر تھے کہ ایک دیہاتی ہاتھ اٹھائے آیا اور ہمارے افسر کو سلام کیا، اسے جاسوس کہکر ہم نے گرفتار کر لیا، بارہ اور دیہاتی پکڑ لئے، پھر ایک بوڑھا آدمی آیا کہ جو گاؤں جلایا گیا ہے اس کا معاوضہ دیا جائے۔ ہمارے مجسٹریٹ نے کہا کہ یہ بوڑھا باغیوں کو خوراک و اسلحہ اور پناہ دیتا ہے، کوئی پانچ منٹ کے بعد اس بڈھے اور جاسوس

کو سڑک پر لاکر ایک درخت پر لٹکا کر پھانسی دیدی گئی، رات ہم نے وہیں سڑک پر گذاری اور یہ دونوں لاشیں درخت سے لٹکی رہیں، صبح ایک اور گاؤں میں پہونچے اور اسکو نذر آتش کر کے سڑک پر آگئے، ہمارے دوسرے ڈویژن بھی بے کار نہیں تھے، بلکہ ہماری طرح ان سے بھی جو ہو سکا کیا۔

ہم جب واپس آئے تو (۸۰) کے قریب قیدی ہمارے ساتھ تھے، چھ کو اسی دن پھانسی دی گئی اور باقیوں کو کوڑوں کی سزا دی گئی، مجسٹریٹ نے کہا کہ یہاں ایک حوالدار ہے اُسے جو کوئی زندہ یا مردہ پیش کر دے وہ دو ہزار روپئے انعام پائے گا۔

اس رات سڑک کے کنارے ہمارے سامنے چھ سو دیہاتی درختوں کے ساتھ لٹک رہے تھے۔ دوسرے روز شام کو ایک گاؤں میں پہونچے اور اسکو بھی پہلے دو گاؤں کی طرح جلا دیا اس کے بعد ایک بڑے گاؤں میں پہونچے جس کی آبادی دور تک پھیلی ہوئی تھی، ہم نے دو سو دیہاتیوں کو قصبہ سے نکالا اور قصبہ کو آگ لگا دی۔ ہم نے جنھیں گرفتار کیا تھا انمیں دس کو پھانسی دیدی اور اس رات ایک اور گاؤں کو نذرِ آتش کیا، ان دس قیدیوں کی پھانسی کے بعد دوسروں کو لایا گیا جنھیں درختوں سے لٹکتے ہوئے دیکھا، آخر میں ایک بڑے گاؤں کا رُخ کیا اور اس کو بھی آگ لگا دی، ہم نے گاؤں کو گھیر لیا تھا، جب کوئی شعلوں سے باہر نکلتا تو اُسے گولی کا نشانہ بنا دیتے، اٹھارہ بھاگنے والوں کو گرفتار بھی کیا اور سب کو باندھ کر گولی سے اڑا دیا۔" (ماہنامہ "البلاغ" بمبئی جون سنہ ۱۹۶۶ء)

انگریز سپاہی کے اس خط سے ہندوستانیوں کے اوپر انگریزوں کے وحشتناک مظالم کا کسی قدر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کا کوئی حادثہ اطرافِ پورہ معروف میں بھی رونما ہوا ہوگا جس کی وجہ سے اطراف و جوانب کی مسلم آبادیاں ویران ہو کر رہ گئیں

مگر اپنا مسلم نام بطور یادگار ثبت کر گئیں ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

علمی مقام

ضلع اعظم گڑھ، شیراز ہند جونپور کے قرب کے اثر سے دینی و اسلامی علوم اور اصحاب علم و کمال کا مرکز رہا ہے، اس ضلع میں مراکز و مدارس اسلامیہ عربیہ جس کثرت سے پائے جاتے ہیں شاید ہی اس تناسب سے دوسرے اضلاع میں موجود ہوں، اس کے قصبات مئو، مبارکپور، چریاکوٹ، سرائے میر، گھوسی، پورہ معروف اور بھیرہ ولید پور میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور مشائخ پیدا ہوئے، بالخصوص پورہ معروف میں علماء کرام کی جو کثرت ہے اس تناسب سے تو موجودہ زمانہ میں کسی بھی آبادی میں اتنے اہل علم موجود نہ ہوں گے، اس چھوٹے سے قصبہ میں اس وقت مشکل سے ایک ہزار مسلم گھر ہوں گے جس میں علماء دین کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے اور تقریباً اسی تعداد میں حفاظ قرآن بھی ہیں، قراء و مجوّدین بھی اچھی خاصی تعداد میں ہیں اور مجموعی طور پر علماء و قراء اور حفاظ کی جو تعداد ہے اسکی دوگنا سے کم حجاج کرام کی تعداد نہ ہوگی۔

علماء کرام میں زیادہ تر دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل ہیں۔ یہاں کے بہت سے علماء قرب و جوار میں اور کتنے اطراف ہند میں تعلیمی، تبلیغی اور دینی خدمت میں مشغول ہیں اور ملک کے مشہور مشہور تعلیمی ادارے، جیسے جامعہ عربیہ مفتاح العلوم مئو، دارالعلوم مئو، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور، جامعہ عربیہ مصباح العلوم کوپا گنج، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، مدرسہ بیت العلوم سرائے میر، مدرسہ قرآنیہ جونپور، جامعہ حسینیہ جونپور،

مدرسہ فرقانیہ گونڈہ، مدرسۃ الرشاد بارہ بنکی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں یا کبھی دے چکے ہیں، صوبہ یوپی کے علاوہ بہار، بنگال، آسام، گجرات، مہاراشٹر اور کشمیر تک پورہ معروف کے علماء کرام پھیلے ہوئے نشر و اشاعت علم دین میں مصروف ہیں۔ تادم تحریر جامعہ عربیہ مفتاح العلوم مئو، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد اور عربی کالج رنگیا آسام میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر پورہ معروف ہی کے علماء کرام فائز اور درس قَالَ اللہ و قَالَ الرَّسُوْل دے رہے ہیں ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا — ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

سرزمین پورہ معروف پر اللہ جل شانہٗ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ اُسے یہ اعزاز حاصل ہوا اور شیخ محمد معروفؒ کی یہ کھُلی ہوئی کرامت ہے کہ انھوں نے اس جیسی سرزمین کو اپنا مسکن تجویز کیا۔

پورہ معروف میں دو تعلیمی ادارے ہیں جو پورہ معروف اور اس کے اطراف و جوانب کے اہل علم کی مادرِ علمی اور ابتدائی و بنیادی درسگاہیں ہیں۔ ان میں پہلا ادارہ مدرسہ معروفیہ ہے جو ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں قائم ہوا جس نے پورہ معروف میں علمی بنیادیں قائم کیں۔ اور دوسرا ادارہ مدرسہ اشاعت العلوم ہے جو ۱۳۵۶ھ میں قائم ہوا اور جس نے علمی بنیادوں کو مزید وسعت دی۔ پورہ معروف کے ان دونوں اداروں کی بڑی خدمات ہیں، پورہ معروف کے سب ہی علماء کرام ابتداءً ان ہی دونوں مدارس کے فیض یافتہ ہیں۔

باشندگان پورہ معروف کے علمی جذبہ اور دینی رجحان کے سبب یہاں کے اکابر

ومشاہیر کے مختصر حالات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ آئندہ نسلوں کیلئے یادگار اور مشعل راہ ثابت ہوں

اعتذار

پورہ معروف کی قدیم تاریخوں پر ناواقفیت اور گمنامی کے ایسے گہرے پردے پڑے ہوئے ہیں جن کا دور کرنا آسان نہیں ہے اسلئے تیرہویں صدی ہجری سے پہلے کے بزرگوں کے صحیح حالات دستیاب نہ ہونیکی وجہ سے یہ سلسلۃ الذہب تیرہویں صدی ہجری سے شروع کیا جاتا ہے۔ حالات مشاہیر پورہ معروف میں یہ پہلی کتاب ہے جو یقیناً نقشِ اوّل ہے، اسمیں انھیں اکابر کا تذکرہ درج کرنا مقصود تھا جو اس دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں مگر زندوں کے کچھ حالات بھی ضمناً آگئے ہیں، کیونکہ جو لوگ ابھی بقید حیات ہیں اور برسر کار انکے مکمل حالات بیان ہی نہیں کئے جاسکتے، نہ جانے وہ زمانۂ آئندہ میں کیا کیا خدمات انجام دیں گے، لہٰذا زندوں کے جو تذکرے کئے گئے وہ بطور فہرست پیش کردیئے گئے ہیں، تاکہ وہ نقش ثانی یعنی کتاب کے دوسرے حصے میں آسانی سے مفصل بیان کئے جاسکیں۔

اسوقت جو حضرات بقید حیات ہیں ان میں اکثر کا تذکرہ کتاب میں نہیں ہے اور اگر ہے تو بہت تھوڑا، اسلئے ناظرین کرام موجودہ تمام لوگوں کے حالات اس کتاب میں نہ تلاش کریں، ہاں ابتک جتنے حضرات کسی مدرسہ سے فارغ ہوچکے ہیں انکی مکمل فہرست محلہ وار کتاب کے آخر میں درج کردی گئی ہے جسمیں نام، ولدیت، سالِ پیدائش، جائے فراغت اور سال فراغت کے ذکر کردینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

جب اس کتاب کی ترتیب کا علم مولوی محمد عثمان بن محمد بشیر صاحب اور مولوی محمد لسین بن احمد حسن صاحب کو ہوا تو یہ دونوں حضرات میرے یہاں آئے اور میرے حالات سے متعلق سارے کاغذات دیکھے، اول الذکر نے میرا مفصل تذکرہ لکھ کر اصرار کیا کہ آپ اسے شاملِ کتاب کردیں، میں نے ان کی دلجوئی کے لئے اس میں اختصار و ترمیم کے ساتھ کتاب کے آخر میں شامل کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو نافع و مقبول بنائیں (آمین)

کاتبہٗ محمد عثمان عفی عنہ العلیم الرحمٰن

۶ ۱ ۹ ۷ ۶

شیخ پیر محمد صاحب

اسواسطے چھیڑا ہے پروانوں کا افسانہ ... شاید ترے کانوں تک پیغام عمل پہنچے

شیخ پیر محمد عرف پیرن ابن شیخ محمد عرف ممن ــــ آپ کا آبائی وطن مئو ناتھ بھنجن کے مشرق موضع بھٹی میں تھا، وہاں سے ترک وطن کرکے آپ کا خاندان پورہ معروف میں آکر آباد ہو گیا۔ اور یہاں آکر اس خاندان نے اتنا عروج حاصل کیا کہ قصبہ کی سیادت وقیادت اسی خاندان میں آگئی۔

شیخ پیر محمد صاحبؒ خدا ترسی و پرہیزگاری کے مجسمہ تھے، آپ کے یہاں اعلیٰ پیمانہ پر ریشم کی تجارت اور زراعت ہوا کرتی تھی، اپنی صلاحیتوں سے کاشتکاری میں بہت توسیع کی، غربا پروری اور فیاضی وسخاوت میں آپ بے نظیر تھے، رفاہ عام کے کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے صدقاتِ جاریہ کے بہت سے کام انجام دیئے۔ جہاں کہیں کنویں کی ضرورت دیکھی وہاں پختہ کنویں بنوا دیئے۔ پورہ معروف میں آپ کے بنوائے ہوئے تین بڑے کنویں اب تک کام دے رہے ہیں۔ صحیح روایتوں سے معلوم ہوا ہے کہ اطراف وجوانب میں اس طرح آپ نے ستائیس کنویں بنوائے تھے، ایسے ہی بہت سی مسجدیں تعمیر کرادیں جو عام شاہراہوں پر واقع ہیں، ۱۲۳۶ھ میں جامع مسجد پورہ معروف کی توسیع کرائی اور اپنے ہی سرمایہ سے یہاں کی عیدگاہ بنوائی اور کچھ دنوں کے بعد پھر اس میں اضافہ کرایا، پورہ معروف میں اب تک یہی ایک عیدگاہ ہے جس میں حسب ضرورت اضافہ ہوتا رہا ہے۔

آپ زبردست پہلوان بھی تھے، آپ کے حقیقی بھائی تاج محمد بھی ایک زبردست پہلوان تھے جنھوں نے للّو نامی پہلوان کو پچھاڑ دیا تھا جس کا مختصر تذکرہ یہ ہے کہ فتح پور تال نرجا

کا ایک ملّاح بلّو نامی جس کی قوت کا یہ عالم تھا کہ روزانہ اپنی کشتی اٹھا کر مچھلی کے شکار کے لئے تال میں لیجاتا اور پھر شام کو لا کر گھر کے صحن میں رکھدیا کرتا تھا اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بستی والوں پر بڑا ظلم کیا کرتا تھا اور کہتا رہتا تھا کہ کشتی لڑنے کے لئے میرا کوئی مقابل لاؤ، کوئی شخص اس سے لڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تو وہ لوگوں کو خوب گالیاں دیتا۔

ایک مرتبہ فتح پور سے ایک وفد شیخ پیر محمد صاحب کے پاس آیا اور بہت اصرار والحاح سے تاج محمد کو بلّو کے مقابلہ کے لئے طلب کیا تاکہ اس کا زور ٹوٹ جائے۔ پیر محمد نے اجازت دیدی اور مقابلہ کی تاریخ مقرر ہو گئی، محلہ بلوہ اور بانسہ کے درمیان ایک کھیت میں مقابلہ کی یہ کشتی ہوئی۔ تاج محمد پستہ قد تھے، بلّو نے انھیں دیکھکر کہا کہ یہ چھٹیلی مجھ سے کیا لڑ سکتا ہے مگر مقابلہ میں تاج محمد نے بلّو کو دو مرتبہ پچھاڑا، دوسری بار تو اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔

حاضرین کے ہجوم نے ایک شور برپا کر دیا، بلّو اپنی شکست سے پیچ و خم کھا رہا تھا کہ کسی نے ایک سخت فقرہ مزاحیہ انداز میں جڑ دیا کہ کہیے جناب؟ دیکھ لیا آپ نے اس چھٹیلی کو! بلّو نے غصہ میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا کہ کندھے کے پاس سے اس کا ہاتھ ہی الگ ہو گیا اور کہا کہ تاج محمد کو کیا سمجھتے ہو؟ وہ انسان نہیں بلکہ دیو ہیں۔

خاندان میں جب تقسیم میراث کا وقت آیا تو پیر محمد صاحب نے پوری دیانت داری کے ساتھ کل رقوم اور جائداد کو اس طرح تقسیم کیا کہ کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ چاندی کے سکّوں کو تول کر تقسیم کیا۔ روپیوں کی فراوانی کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طاہر صاحب جب قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہوئے تو پانی کی طرح بے دریغ روپیہ بہا دیا اور بے داغ چھوڑ دیئے جانے کی شرط پر مولانا محمد طاہر صاحب کے ہموزن روپیہ دینے کی پیشکش کی۔ ایک طویل علالت کے بعد شیخ پیر محمدؒ کی وفات ۱۲۵۵ھ کے قریب ہوئی۔

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب

محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مئوی، معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۳۷ء شوال ۱۳۵۶ھ کی اشاعت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اعظم گڑھ کے ضلع میں مئو سے پانچ میل پر شمال مغرب جانب ٹونس، ٹونس کے شمالی کنارہ پر پورہ معروف نام کی ایک بستی ہے، مولانا محمد طاہر یہیں کے رہنے والے تھے، مولانا سخاوت علی جونپوری سے علوم ظاہری اور مولانا کرامت علی جونپوری سے فیوض باطنی حاصل کئے، مولانا کرامت علی نے بیعت لینے کی اجازت بھی ان کو عطا فرمائی تھی، مطبوعہ اجازت نامہ جس میں مولانا محمد طاہر صاحب کا نام مولانا کرامت علی نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا، حقیر کی نظر سے گذرا ہے۔

طب میں آپ کا بڑا شہرہ تھا، حدیث و فقہ میں بھی مہارت حاصل تھی، اعلیٰ درجہ کے خوشنویس بھی تھے، کتابوں کا کافی ذخیرہ آپ کے کتبخانہ میں تھا، مگر اب بہت تھوڑی کتابیں رہ گئی ہیں جسب ذیل قلمی کتابیں میں نے آپ کے کتبخانہ میں دیکھی ہیں:۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مجالس الابرار مکتوبہ ۱۲۶۶ھ، جامع صغیر سیوطی، المنار للنسفی خود مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت خوشخط، مسند امام اعظم تا کتاب الحج، اشعۃ اللمعات جلد سوم صلوٰۃ مسعودی، موطا، حصن حصین، رسالہ فی بیان الخطاب بالغنی یا رسول اللہ الخ للشیخ عابد السندی اور القول فی سماع الاموات۔ ایک دوسرے کتبخانہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا نسخہ میں نے دیکھا ہے جو مولانا محمد طاہر صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا سال کتابت مولانا نے اپنے قلم سے ۱۲۶۱ھ لکھا ہے۔

مولانا محمد طاہر ان علمی کمالات کے علاوہ جسمانی طاقت میں بھی شہرۂ آفاق تھے اور اس سلسلہ میں ان کے ایسے ایسے واقعات مشہور ہیں جن کو لوگ بمشکل باور کریں گے۔

سنہ ۱۲۶۱ھ میں آپ نے حجاز کا سفر کیا ہے اور اسی سفر میں حضرت مولانا محمد اسحٰق متوفی سنہ ۱۲۶۲ھ سے جو اس وقت ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے تھے، حدیث کی کچھ کتابیں پڑھی ہیں اور حضرت مولانا نے ان کو سند لکھ کر عطا فرمائی۔

نقل سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وّ آلہ وصحبہ اجمعین ، امّا بعد ، فیقول خادم علماء الآفاق محمد اسحٰق عفی اللہ عنہ وتجاوز عن السیئات ، ان المولوی محمد طاہر طہرہ اللہ فی الباطن والظاہر قد قرأ علیّ الاحادیث النبویة علیٰ صاحبہا الف الف تحیة وصلوٰة زکیّة فعلیہ ان یشتغل بقراءة علم الحدیث وتعلیمہ بشروطہ المعتبرة عند اہلہ واوصی لہ بتقوی اللہ وسُنّة رسول اللہ وان یداوم علیٰ طاعة اللہ وذکرہٗ فی الخلوات والجلوات وان یجتنب عن المعاصی والبدعات واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین، حررہ الثانی من شہر الجمادی الاولیٰ سنة ستین بعد الالف والمائتین فی مکة المعظمة کرّمہا اللہ،

مولانا محمد طاہر صاحب کی ولادت سنہ ۱۲۲۴ھ میں ہوئی، سال ولادت اظہر حسن، ۱۲۲۴ھ مدت عمر حبیب الواحد، ۷۲ اور سال وفات حافظ محمد طاہر ۱۲۹۶ھ کے مادوں سے برآمد ہوتے ہیں۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم پورہ معروف میں حاصل کی، اس کے بعد جون پور میں مولانا کرامت علی صاحب جونپوری متوفی ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۰ھ سے حفظ قرآن اور قرارت وتجوید پڑھ کر لڑکپن ہی میں حافظ قرآن اور قاری خوش الحان بن گئے۔

یہیں کتابت وخطاطی اور ہنوٹ کے فن میں بھی مہارت تامہ حاصل کی، آپ کے استاذ

اور شیخ و مرشد مولانا کرامت علی صاحب خوشنویسی اور بنوٹ کے فن میں بھی یگانۂ روزگار تھے، خلافت و اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، آپ کا اجازت نامہ "حیات طاہر" میں احقر نے نقل کر دیا ہے۔

فارسی و عربی کی مکمل تعلیم مولانا سخاوت علی صاحب جونپوری متوفی ۱۰ر شوال ۱۲۷۴ھ سے حاصل کی اور آپ ہی کے ہاتھوں درس نظامیہ کی تکمیل اور دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کر کے دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے اندر جوہر قابلیت، علمی صلاحیت اور احترام اساتذہ کا جذبۂ وافر دیکھ کر مولانا سخاوت علی صاحب نے بڑے اہتمام اور بہت شفقت سے تعلیم دی۔

علم طب بھی آپ نے اس طرح حاصل کیا کہ اس میں بھی مہارت و حذاقت کا درجہ حاصل کر لیا۔ پہلوانی اور شہزوری میں تو آپ کی کوئی مثال و نظیر نہیں ملتی، آپ کو ایسی خدا داد طاقت ملی تھی کہ آپ کے کارنامے تعجب کی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور بمشکل باور کئے جاسکتے ہیں۔

۱۲۵۸ھ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے ... دو سال دیار پاک میں رہ کر جمادی الاولیٰ ۱۲۶۰ھ میں مکہ معظمہ سے وطن کے لئے واپس ہوئے، اسی سفر میں حضرت شاہ اسحٰق صاحب مہاجر مکی سے علم حدیث میں شرف تلمذ حاصل کر کے سند حدیث حاصل کی جس کا تذکرہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مئوی نے "اعیان الحجاج" میں بھی کیا ہے، دو سال متواتر دیار پاک میں رہ کر مقامات مقدسہ کے فیوض و برکات سے خوب خوب استفاضہ کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد پورہ معروف ہی میں آپ نے تقریباً پچاس برس قیام

کیا، نام آوری سے کوسوں دور رہے، ساری زندگی لوجہ اللہ علی، بانڈریسی، دینی اور اصلاحی خدمت میں صرف کر دی، قرب وجوار کے بچّوں کو مُفت ناظرہ، حفظ قرآن اور تجوید وقرارت کی تعلیم خود دیتے رہے، درس نظامیہ کا بھی اجرار کیا تھا، آپ کے تلامذہ میں بہت اچھے اچھے حفاظ وقرار پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے گھروں پر مفت تعلیم قرآن کا سلسلہ جاری رکھکر آپ کی سنّت کو باقی رکھا اور یہ سلسلہ اب تک پورہ معروف میں جاری ہے۔ پورہ معروف کی رہنمائی اور سیادت وقیادت آپ کی ذات میں محصور تھی۔ قصبہ کی تمام رسومات فاسدہ کو مٹایا، آپ کے اصلاحی کارناموں کا یہ اثر ہے کہ اب تک قصبہ پورہ معروف میں بدعات کا نام ونشان نہیں ہے، بعد نماز جمعہ ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے اور اس میں تاکید کرتے کہ جو طریقہ میں بتا رہا ہوں اس پر شدّت سے میرے بعد عمل کرتے رہو گے۔

آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی خوشخط قلمی کتابیں کافی مقدار میں اب بھی موجود ہیں جس میں کلام پاک چھوٹی بڑی سائز کے چند نسخے، بخاری شریف، مسلم شریف، مؤطا امام مالک، الجامع الصغیر، مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف، مجالس الابرار، حصن حصین، مواہب الحکم وغیرہ جیسی ضخیم ضخیم کتابیں ہیں۔ کتابوں پر بیل بوٹے اور نقش ونگار سہ رنگ وہفت رنگ کے اس عمدگی اور صفائی سے بناتے تھے جو آرٹ ونقاشی کا اعلیٰ نمونہ ہوتے تھے اور جو آج بھی اسی آب و تاب کے ساتھ آپ کی بعض قلمی کتابوں پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

آپ کے جو معمولات معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں:۔

راتوں میں بہت کم سوتے تھے، پچھلی رات کو ہمیشہ بیدار ہو جاتے تھے، نماز تہجد ادا کر کے تلاوت فرماتے، روزانہ دس پارے تلاوت کا معمول تھا، ہر تیسرے روز ایک ختم قرآن اور نماز فجر کے بعد وظائف واوراد میں مشغول ہو جاتے، پھر مریضوں کو دیکھتے اور انھیں اپنے مطب

سے مفت دوا دیتے تھے، مریضوں کو دیکھنے کے لئے اطراف وجوانب میں بھی جایا کرتے تھے اور حسب ضرورت اِدھر اُدھر اصلاح وتبلیغ کے لئے بھی جاتے تھے، نائب قاضی بھی تھے اس لئے پیش آمدہ وقتی معاملات ومسائل کا تصفیہ بھی کرتے تھے، متوسلین ومتعلقین اور زائرین ووارد ین سے ملتے اور انکی ضروریات پوری کرتے، بایں ہمہ تمام شاگردوں کو درس بھی دیتے، مزید براں روزانہ ایک پارہ کلام پاک خوشخط لکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ دیگر بہت سی قلمی کتابیں نقل کرتے رہتے، قدرت نے آپ کے وقت میں عجیب برکت عطا کی تھی، پہلوان ہونے کے سبب روزانہ ورزش بھی کیا کرتے تھے، جس میں پچاس سیر کی پتھر کی سِل جسے بیچ سے کاٹ کر حلقہ اور دستہ بنایا گیا تھا، بیس بیس سیر کا مگدر اور آٹھ سیر کا لیزم گھماتے تھے، یہ سب آپکے یادگاری سامان اب بھی موجود ہیں، "حیات طاہر" کی ترتیب کے وقت ۱۳۸۶ھ میں احقر نے وزن کرایا تھا، سو برس پہلے کے یہ سامان بوسیدہ ہوجانے اور کچھ ٹوٹ پھوٹ جانے کی وجہ سے ہلکے بھی ہوچکے ہیں، آپ کا پلنگ بھی فی الحال پینتیس ۳۵ سیر کا ہے جو میرے سامنے ٹوٹ گیا تھا اور دوبارہ مرمّت میں چھوٹا ہوگیا ہے، خوراک آپ کی ہلکی غذا اور مختصر ہوا کرتی تھی۔

حضرت مولانا نے خاص طور سے شہزوری وپہلوانی اور بنوٹ کے فن میں کیوں زیادہ محنت ومجاہدہ کیا؟ جبکہ آپ کا محبوب مشغلہ شریعت وطریقت، اصلاح وتبلیغ، تعلیم وتدریس، کتابت قرآن وحدیث اور طبابت وغیرہ تھا، پھر آپ جیسا شخص پہلوانی وبنوٹ میں بھی مشاقی کرتا رہے اور اس کی طرف اپنے شاگردوں کو بھی برانگیختہ کرے اور مشاقی کرائے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب بھی حالات کی ترتیب اور ادنیٰ تامّل سے حاصل کیا جاسکتا ہے!

آپ کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلّط تھا اور پورا ملک انگریزوں

کے مظالم سے بلبلا رہا تھا، علماء حق اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے سید احمد شہید بریلوی کی امارت و سرکردگی میں انگریزوں سے جہاد و حریت کی تیاری کی، مگر وقتی تقاضے اور مصالح کی وجہ سے انگریزوں کے بجائے ابتداءً سکھوں سے نبرد آزما ہونا پڑا جس میں مسلمان شروع میں فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آگئے کہ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے میدان میں سید احمد بریلویؒ اور مولانا اسمٰعیل دہلویؒ وغیرہ شہید ہوگئے، لیکن بعض افراد کی عارضی ناکامی و شکست اصل تحریک کی ناکامی نہیں ہوا کرتی، چنانچہ یہ تحریک مختلف شکلوں میں آگے بڑھتی رہی۔

سید احمد شہید کے جہاد حریت میں ایک روایت کے مطابق آپ کے خلیفہ و مجاز بیعت مولانا کرامت صاحب جونپوریؒ بھی شریک تھے جس کو مولانا عبدالباطن صاحب جونپوریؒ نے "سیرت کرامت علی" میں ذکر کیا ہے، لیکن قدرت نے آپ کے حصہ میں اصلاح بنگالہ مقدر کر دیا تھا اسلئے سید صاحبؒ نے مولانا کرامت علی صاحب کو میدان جنگ سے نکال کر بنگال و آسام کی اصلاح و تبلیغ کے لئے روانہ کر دیا اور آپ بحکم شیخ و مرشد تاحیات بنگال کے علاقوں میں جہالت و ضلالت کے مٹانے کی جدوجہد کرتے ہوئے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں رنگپور بنگال میں رحلت فرما گئے۔

مولانا کرامت علی صاحبؒ میں جہاد حریت کا جو جذبہ اپنے شیخ و مرشد سے ورثہ میں ملا تھا وہ کسی مجاہد سے کم نہ تھا، اسی کے پیش نظر بنوٹ کے فن میں آپنے بھی مہارت تامہ حاصل کی تھی، غیر اللہ کا خوف تو ذرہ برابر آپکے دل میں نہ تھا بنگال میں بعض معاند و سرکش زمینداروں کے سامنے جن کے ظلم و عدوان سے قرب و جوار کا علاقہ لرزہ براندام تھا، آپ کو تلوار بھی کھینچنی پڑی! پھر آپ کے شاگرد رشید اور خلیفہ مجاز مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ کے اندر جہاد حریت کا جذبہ پورے طور پر کیوں نہ موج زن ہوتا؟ لہٰذا اسی جذبہ سے سرشار اپنے شیخ و مرشد سے جونپور

میں فن بنوٹ کو پورے طور پر آپ نے حاصل کیا، اس کے بعد پورہ معروف میں بیٹھکر اس فن کو فروغ دیا اور اپنے آپ کو ایک جانباز سپاہی کی طرح جہاد حریت کے لئے ہمہ وقت تیار رکھا اور اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کو بھی بنوٹ میں مشاق کرا کے مجاہد بنا دیا۔

خود پورہ معروف ایک بار لٹیروں کے زد میں آگیا تھا تو مولانا نے ایک بانس اکھاڑ کر یورش کرنے والوں کا تنہا تعاقب کیا، جب انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک لمبا بانس گھماتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا ہے تو انھیں راہ فرار اختیار کرنے ہی میں نجات نظر آئی۔ الغرض مولانا کی شہزوری، ورزش اور بنوٹ کی مشاقی انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کی تیاری میں تھی، کہ جب بھی کوئی موقع آجائے تو ہر طرح کی قربانی پیش کی جاسکے۔

مولانا کے حالات یہاں نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں تفصیل کے لئے احقر کی تالیف "حیات طاہر" ملاحظہ کیجئے، جو مدرسہ معروفیہ پورہ معروف ضلع اعظم گڑھ سے مل سکتی ہے۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ کو مولانا کی وفات ہوئی، آپ کے جنازہ میں شرکت کیلئے سرزمین پورہ معروف پر بیشمار انسانوں کا سیلاب امنڈ آیا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ اتنا زیادہ انسانی ہجوم پورہ معروف میں کبھی نہ ہوا تھا۔ آپ کے خاندانی مقبرہ میں جو پورہ معروف محلہ بلوہ میں جانب مشرق واقع ہے، املی کے درخت کے نیچے آپ کی قبر ہے جو مرور ایام سے بے نشان ہو چکی ہے۔

حکیم محمد ظاہر صاحب

آپ مولانا محمد طاہر صاحبؒ کے لڑکے تھے اور بہت تُنک مزاج اور تُند خو تھے جس کی وجہ سے والد محترم کو بہت تشویش رہا کرتی تھی، اصلاحِ حال کی دعائیں کیا کرتے تھے، آپ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حکیم محمد ظاہر صاحب کے حالات میں اچانک تبدیلی پیدا کر دی کہ بہت جلد اعلیٰ صلاحیت کے مراتب پر فائز ہو گئے اور خاندانی علمیت و طبابت کے وارث بن گئے اگرچہ باضابطہ درس نظامیہ

کی تکمیل نہیں کی تھی مگر علمی لیاقت، طبی حذاقت اور حُسن کتابت میں کامل مہارت پیدا کرلی علم الابدان میں تو آپ کو وہ مقام حاصل ہوا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کی مکتوبہ کتب وبیاضِ خاص اب بھی آپ کے خاندانی کتب خانہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جنہیں آپ کے مجرب نسخے حُسن خطاطی کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ مریض کے نبض وقارورہ دیکھنے کے قائل نہ تھے، بلکہ بیمار کو دور سے دیکھکر یا اس کی رفتار سے مرض کا پورا اندازہ لگالیتے تھے ۱؎ ایک تنومند عورت کو دور سے دیکھا اور بتادیا کہ یہ عورت آٹھ روز میں ایسی بیمار ولاغر ہوجائے گی کہ چلنے پھرنے تک سے معذور ہوجائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا ۲؎ کوئی دُلھن سخت بیمار تھی اور کسی حکیم کے سامنے جانے اور نبض پکڑانے کے لئے تیار نہ تھی، آپ نے فرمایا کہ مکان کے صحن میں پردہ کے ساتھ اس کو گذار دو، میں کھڑکی کے باہر سے اسکی رفتار دیکھکر تشخیص وتجویز کردونگا ایسا ہی کیا گیا اور وہ عورت آپ کے علاج سے تندرست ہوگئی ۳؎ ایک عورت کو دور سے دیکھکر بتادیا کہ اس کو سیلان الرحم کی شکایت ہے، جب اس کے محرمِ راز سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بات صحیح ہے ۴؎ ایک معترض آپ کے سامنے امتحاناً بیل کا قارورہ لایا، آپ نے دیکھا اور اس کے نسخہ میں پانچ سیر بھوسہ ایک سیر کھلی اور دس سیر پانی لکھکر دیدیا [illegible] سب حل کر [illegible] معترض انگشت بدنداں رہ گیا، اس قسم کے محیر العقول بہت سے واقعات آپ سے متعلق منقول ہیں جن کی قدر تفصیل "حیات طاہر" میں مل سکتی ہے۔

آپ کا طریقۂ علاج بہت سہل اور عوام پسند ہوتا تھا، مفرد ادویہ اور جڑی بوٹیوں کے تازہ خلاصہ سے علاج کرتے تھے اور کسی نسخہ میں تین یا چار دوائوں سے زیادہ نہیں رکھتے تھے۔

آپ کی بیاض خاص کے مجرب نسخے جب آپ کے صاحبزادہ حکیم مولانا محمود صاحب استعمال کرتے تو کچھ نفع نہ پاتے اور فرماتے کہ بیاض پر یہ سب نسخے مجرب لکھے ہوئے ہیں اور فائدہ کچھ نہیں

کرتے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی طبّی حذاقت آپ کے والد محترم کی دعاؤں کی برکت اور اللہ کے فضل خاص کی وجہ سے تھی۔

آپ نہایت جری اور جفاکش بھی تھے، کاشتکاری کے کاموں سے بھی کافی دلچسپی رکھتے تھے، موضع نوسیم جہاں آپ کی کھیتی کا زیادہ حصّہ تھا وہاں کی چھاؤنی پر گاہے گاہے قیام کر کے کاشتکاری کی نگہداشت کرتے اور اپنی زیر نگرانی مزدوروں سے سارا کام لیتے۔ آپ کے رعب و دبدبہ سے وہاں کا بھی ہر فرد بشر آپ کا مطیع فرمان تھا۔ شاہانہ مزاج رکھتے تھے اور اپنے سامنے کسی کے وقار کو کبھی تسلیم نہیں کیا، حقہ پینے کے عادی تھے، آپ کی مجلس میں کہیں کا کوئی چھوٹا بڑا رئیس و امیر جو بھی آتا اس کو پہلا حکم یہ دیتے کہ جاؤ چلم بھر لاؤ پھر اپنی ضرورت بیان کرو۔

آخر عمر میں آپ کو قروح گلیہ (زخم گردہ) کی شکایت ہوگئی تھی جس کا خود علاج کیا، مگر کارگر نہ ہوسکا تو بغرض علاج لکھنؤ گئے، وہاں کے اطبا نے جتنے نسخے تجویز کئے وہ سب آپ استعمال کر کے گئے تھے، طبیبوں نے کہدیا کہ ان کے علاوہ ہمارے پاس اب کوئی نسخہ نہیں ہے، مجبوراً مکان واپس آئے، گردہ کا گوشت براہ پیشاب کٹ کٹ کر گرتا رہا کہ ۲۹ ذو القعدہ ۱۳۲۴ھ کو غروب آفتاب کے وقت آپ کی وفات ہوگئی، دوسرے روز بعد نماز ظہر انسانوں کے ازدحام کثیر میں اپنے خاندانی مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ مولانا محمد طاہر صاحب کی ولادت ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور آپ کے صاحبزادہ حکیم محمد ظاہر صاحب کی وفات ٹھیک ایک صدی کے بعد ۱۳۲۴ھ میں ہو کر مکمل ایک قرن کی تکمیل ہوگئی، مولانا محمد طاہر صاحب کے بعد مسلسل اٹھائیس برس پورہ معروف کی سیادت و قیادت کے فرائض حکیم صاحب ہی انجام دیتے رہے

شاہ محمد بابا[1] استاذ محترم مولانا عبدالستار صاحب معروفی دامت برکاتہم شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ نے راقم سے بیان فرمایا کہ میرے دادا مرحوم بیان کرتے تھے کہ پورہ معروف محلہ نیا پورہ میں ایک ولی کامل شاہ محمد بابا نامی گذرے ہیں، جو شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، دنیوی زندگی نہایت عسرت و تنگدستی کی گذرتی تھی مگر اطمینان خاطر اور قلبی سکون میسر تھا، صاحب کرامت بزرگ تھے۔

ایک بار کہیں سے کوئی اجنبی فقیر پورہ معروف میں وارد ہوا، اس نے جب آپ کو دیکھا تو سوال کر بیٹھا کہ آپ یہاں کیسے آگئے؟ ابھی تو آپ ظہر کی نماز میں مسجد الحرام میں تھے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ کوئی اور ہوگا، میرے بارے میں آپ ایسی باتیں نہ کریں، اس فقیر نے کہا کہ جو چیز میری آنکھیں دیکھ چکی ہیں اسکی تکذیب آپ کیسے کرسکتے ہیں، میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہاں حرم شریف میں آپ ہی تھے جس کو یہاں چھپا رہے ہیں، اس کے بعد شاہ محمد بابا نے فرمایا کہ اب جبکہ میرا راز فاش ہوگیا تو اس دنیا میں رہنا بے مزہ ہے، چنانچہ اس واقعہ کے بعد اسی ہفتہ میں رحلت فرماگئے۔

حافظ محمد فاضل صاحب داروغہ آپ پورہ معروف محلہ پُرانا پورہ کے رہنے والے حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور اپنے استاذ محترم سے اس قدر تعلق رکھتے تھے کہ ہر روز بلا ناغہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے، ایک بار مسلسل تین روز مولانا کے یہاں نہ جاسکے، مولانا کو تشویش ہوئی اور تحقیق حال کے لئے اپنے لڑکے حکیم محمد ظاہر صاحب کو روانہ کیا، انھوں نے جاکے دیکھا کہ سخت بیمار ہیں اور مُودی نامی کسی حکیم کے زیر علاج ہیں، یہ دیکھکر کہ ہمارا علاج چھوڑکر دوسرے کا علاج کر رہے ہیں غصہ میں بھر گئے اور بغیر کوئی بات کئے واپس چلے آئے، کیونکہ فطرۃً آپ تُنک مزاج تھے، والد محترم سے آکر سارا قصہ بیان کر دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر محمد فاضل نے غلطی کی تو تم کیوں غلطی کر رہے ہو؟

---

[1] آپ کا مزار بلک بشارت کے پاس بتایا جاتا ہے

جاؤ کہو کہ ہمارا مطب آپ کے گھر کا دواخانہ ہے، آپ کو ہماری ہی دوا کرنی ہوگی، چنانچہ مولانا کا علاج شروع ہوا اور تیسرے روز خدا کے فضل سے اس قابل ہو گئے کہ استاذ محترم کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرلی۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ قرآن کریم اتنا عمدہ آپ کو حفظ تھا کہ نماز تراویح میں کبھی لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ایک مرتبہ رمضان شریف کے عشرۂ اخیرہ میں مبارکپور اپنی سسرال پیدل گئے، اس وقت سواری کی سہولت نہ تھی، پورہ معروف سے مبارکپور تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حسن اتفاق سے اسی شب میں وہاں شبینہ تھا یعنی ایک شب میں نماز تراویح کے اندر پورا قرآن ختم کرنا تھا، سسرال کے کچھ منچلے لوگوں نے کہا کہ سنا جاتا ہے کہ آپ بہت اچھے اور مشہور حافظ ہیں لہذا آج شبینہ میں آپ بھی تھوڑا سا پڑھ دیں تاکہ ہم لوگ بھی آپ کا پڑھنا سن لیں حافظ صاحب نے کہا کہ میں پیدل ایک لمبی مسافت طے کرکے تھکا ماندہ آیا ہوں، میں شبینہ میں کیسے کھڑا رہ سکتا ہوں ؟ لوگوں کے شدید اصرار پر تھوڑا پڑھنا اس شرط پر منظور کرلیا کہ مجھے سب حافظوں سے پہلے موقع دیا جائے تاکہ میں چند پارے پڑھکر آرام کروں، جب آپ نے پہلی رکعت میں قرارت شروع کی تو اپنی تکان بھول گئے اور انتیس ۲۹ پارے پڑھکر رکوع کیا۔ دوسرے حفاظ جو پڑھنے کے لئے مدعو تھے حیرت میں رہ گئے کہ ہمیں نہ پڑھنے ہی کا موقع ملا نہ لقمہ ہی دینے کا۔

آپ کے پڑوس کی مسجد سے متصل حفظ و ناظرہ کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ تھا جس میں آپ ہی پڑھاتے تھے، آپ کی تعلیم و تربیت بہت ٹھوس ہوا کرتی تھی، آپ کے پڑھائے ہوئے حفاظ بہت مقبول ہوا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور محلہ بانسہ کے حافظ عبدالرشید صاحب ہوئے۔ حافظ محمد فاضل صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ پورہ معروف میں مستقل طور پر نماز جمعہ کی امامت آپ ہی کرتے تھے۔ آپ کی موجودگی ہی میں حافظ امانت اللہ صاحب گھوسوی آپ کی جگہ مدرس

بنادیئے گئے اور آپ کے ذمہ مدرسہ کی سرپرستی آگئی پھر بھی اکثر و بیشتر آپ کو بچوں کی نگرانی اور تعلیم کا کام دیکھنا پڑتا تھا اس لئے کہ حافظ امانت اللہ صاحب ایک کامیاب عامل بھی تھے جس کی وجہ سے ان کو اِدھر اُدھر جانا بھی پڑتا تھا۔ اس طرح بہت سے حُفّاظ کو یہ خوش نصیبی حاصل تھی کہ ساتھ ہی ساتھ حافظ محمد فاضل صاحب اور حافظ امانت اللہ صاحب دونوں کی شاگردی نصیب ہوئی جس کی ایک مثال حافظ عبد القادر ولد عبد الوہاب صاحب پُرانا پورہ کی ذات گرامی ہے۔

حافظ شکر اللہ صاحب

آپ پورہ معروف محلہ بلوہ کے رہنے والے حضرت مولانا محمد طاہر صاحب کے مشہور شاگردوں میں سے تھے، بہت نیک طبع اور خدمتِ استاذ میں پیش پیش رہنے والے، استاذ محترم کی صحبت نے آپ میں بھرپور دینی جذبہ پیدا کر دیا تھا، اپنے مکان پر تعلیم قرآن کے لئے ایک مدرسہ جاری کرکے استاذ کی سنت تازہ کیا، تاعمر اپنے اسی مدرسہ میں لوجہ اللہ بچوں کو حفظ و ناظرہ کی تعلیم دیتے رہے، قصبہ کے اندر خاصی تعداد میں آپ کے تلامذہ پھیلے، آپ کے صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ صاحب نے آپ ہی سے قرآن کریم حفظ کیا اور والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ کو بام عروج پر پہونچایا۔

حافظ عبد الرشید صاحب

مولوی محمد شبلی و حافظ عبد الحی صاحبان محلہ بانسہ کے آپ والد بزرگوار تھے، حافظ محمد فاضل صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا، ان کے شاگردوں میں سب سے مشہور شاگرد آپ ہی مانے گئے۔ اور عام طور سے یہ بات مشہور تھی کہ آپ کے زمانہ میں پورہ معروف بھر میں آپ جیسا عمدہ اور خوش الحان حافظ کوئی نہیں ہے۔ جب آپ نماز تراویح میں قرآن کریم پڑھتے تو سننے والوں کا دل کھنچ جاتا، جذب و کیف اور محویت کا ایسا عالم طاری ہوتا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر سامعین کی خواہش ہوتی کہ آپ یوں ہی پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

مولوی شیخ دلال صاحب

ماسٹر رحمت اللہ بن خدا بخش صاحب مولوی دلال اور شیخ دلال کے نام سے مشہور تھے، اسلام پورہ موضع بشارت پور کے حاجی عبدالازل صاحب کے والد بزرگوار تھے۔ اسلام پورہ ۱۹۴۳ء سے آباد ہوا، یہاں کے لوگ پہلے موضع سرواں میں رہتے تھے جو کرتھی جعفر پور کے شمال مغرب میں ایک چھوٹا سا محلہ تھا سرواں کی آبادی بہت ہی گنجان تھی اور وہاں کسی طرف پھیلنے کی گنجائش بھی نہ تھی، رہائش کی تنگی سے مجبور ہو کر یہاں کے سب لوگوں نے منتقل ہو کر موضع بشارت پور میں ایک نیا محلہ آباد کیا، جو اسلام پورہ کے نام سے موسوم ہوا، اور سرواں کی آبادی بالکل ویران ہو گئی۔

شیخ دلال صاحب سرواں کے ہی باشندہ تھے، باضابطہ درس نظامیہ کے فارغ شدہ عالم نہ تھے لیکن مذہبی معلومات بہت ٹھوس رکھتے تھے، تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل اور ولایت کے درجہ پر فائز تھے۔ سرکاری پرائمری اسکول بانسہ کرتھی جعفر پور میں ایک عرصہ تک ہیڈ ماسٹر رہے اور بانسہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے آیا کرتے تھے۔ فرصت کے اوقات زیادہ تر مسجد ہی میں گذارتے تھے، اسی محلہ میں عم محترم صوفی قاری عبدالکریم صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ کا مکان تھا، آپ کا ان سے بہت گہرا تعلق تھا، مکان پر ان سے ملنے برابر آتے رہتے تھے ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز با باز

پھر کرتھی جعفر پور سے آپ کا تبادلہ کو پا گنج کے اسکول پر ہو گیا، آخری ڈیوٹی فتح پور تال نرجا کے اسکول پر تھی، اور جہاں رہے ہیڈ ماسٹر ہی رہے، دور نزدیک کے جس اسکول پر بھی رہتے اپنے معمولات کی بجا آوری کے لئے روزانہ مکان پر آجایا کرتے تھے، اور بغیر چھٹی ہوئے اسکول سے قدم باہر نہیں نکالتے تھے،

غربا پروری کا جذبہ بھی آپ میں بے حد تھا، پوری رات مسجد میں گذارنے کا معمول تھا

تقویٰ طہارت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ گاہے گاہے ملنے کے لئے آپ کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ قاری عبدالکریم صاحب سے گہرا تعلق تھا ہی، جب ۱۳۴۴ھ میں سفر حج میں جانے لگے تو بہت اصرار کیا کہ آپ بھی ساتھ چلئے اور قاری صاحب کا اصرار تھا کہ ایک سال رُک جایئے تو اگلے سال ہمراہ چلا جائے، نہ وہ رُکنے کے لئے تیار نہ یہ اس سال جانے کے لئے آمادہ، قدرت کا عجیب فیصلہ تھا کہ دونوں ایک سال کے فصل سے حج کے لئے گئے، اور دونوں ہی مکہ معظمہ میں رحلت فرما گئے،

چونکہ دونوں کے لئے دیار پاک کی سرزمین میں پیوند خاک ہونا مقدر تھا اس لئے اپنے اپنے وقت ہی پر گئے اور باوجود شدید محبت کے ہمراہ سفر نہ کر سکے، حج سے قبل ہی شیخ دلال صاحب کی ۱۳۴۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی، روانگی کے وقت اپنے بڑے بھائی حاجی نور محمد صاحب سے کہہ گئے تھے کہ بس یہ آخری ملاقات ہے، عمر آپ کی تقریباً ساٹھ سال تھی۔

صوفی قاری عبدالکریم صاحب

قاری عبدالکریم بن الحافظ محمد یوسف بن الحاج عبدالقادر بن الحاج عبداللہ بن محمد دلار بن محمد دنیال بن محمد روشن، ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم پورہ معروف میں پائی، لڑکپن سے ہی عبادت و ریاضت کے شائق تھے، حُسنِ اتفاق سے دورانِ تعلیم میں ہی حضرت مولانا تھانویؒ پورہ معروف تشریف لائے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ نے زبانِ حال سے عرض کیا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند　　　آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ تھانہ بھون چلے جاؤ، میں اپنا دورہ پورا کر کے عنقریب وہاں پہونچ جاؤں گا، حکم پاکر آپ تھانہ بھون خانقاہ میں جا کر مقیم ہو گئے اور مولانا سے بیعت

کر کے ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے، فارسی کی تعلیم بھی وہیں حاصل کی، گاہے گاہے مکان پر بھی آتے رہتے، کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا تھانویؒ نے اجازت بیعت و خلافت سے نوازا، اس پر احباب نے شیرینی کا مطالبہ کیا، آپ نے کہا کہ اگر حضرت اجازت دیں تو میں بخوشی مٹھائی کھلانے کو تیار ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صوفی عبدالکریم پر اپنا فضل و احسان فرمایا ہے وہ اسکی شکر گذاری میں شیرینی تقسیم کر سکتے ہیں۔ حضرت سے اجازت لیکر خانقاہ میں اس وقت جتنے لوگ موجود تھے ان کی کھانے کی دعوت کی، اس کے بعد شیرینی تقسیم کی، مزید براں حضرت کی خدمت میں ایک سیر مٹھائی پیش کی۔

خلافت ملنے کے بعد آپ نے پوری توجہ تعلیم قرآن کی طرف مبذول کر دی اور اپنے شیخ کے حکم سے جوتا سازی کا کام بھی جاری کیا۔ اپنے مکان پر لوجہ اللہ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے لگے اور مکان تعلیم قرآن کے لئے ایک اچھا خاصا مدرسہ بن گیا، اگر آپ گھر پر نہ رہتے تو آپ کے چھوٹے بھائی الحاج القاری محمد حنیف صاحب (راقم کے والد محترم) بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، یہ مدرسہ بہت طویل عرصہ تک قائم رہا، دوسرے محلوں سے بھی لڑکے پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے، احقر نے بھی قرآن کریم کی تعلیم یہیں والد محترم سے پائی۔ غالباً ۱۳۳۲ھ میں قاری عبدالکریم صاحب موضع کھنڈرا میں جو شاہ گنج کے قریب واقع ہے معلم قرآن کی حیثیت سے مدرس ہو گئے، ٹکے ہوئے ایک بڑے پردے کے پیچھے لڑکیوں کو بھی پڑھاتے تھے۔ کھنڈرا کے لوگ آپ کا بڑا اعزاز کرتے تھے اور آپ کی جدائی پر راضی نہ تھے، معلمی کے ابتدائی دور میں آپ کو تجوید و قراءت کی تکمیل کا شوق پیدا ہوا، اس کے لئے احیاء العلوم مبارکپور جا کر قاری حسام الدین صاحب الہ آبادی (قاری ضیاء الدین صاحب کے بڑے لڑکے) سے فن قراءت حاصل کیا، اس سال قاری ضیاء الدین صاحب ممتحن کی حیثیت سے احیاء العلوم میں آئے ہوئے تھے اور قاری

عبدالکریم صاحب میں جوہر قابل اور شوق دیکھکر چھ ماہ کے لئے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں بلایا، آپنے وہاں جاکر قاری ضیاء الدین صاحب سے تکمیل کر کے قرارت وتجوید کی سند حاصل کی اور آپ کے چھوٹے لڑکے قاری محب الدین صاحب سے بھی پڑھا جو اپنے تمام بھائیوں میں فن قرارت میں سب سے اعلیٰ اور مشہور رہیں۔

اس طرح قاری عبدالکریم صاحب نے روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی سنت تازہ کردی کیونکہ قاری محب الدین صاحب عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ قاری عبدالکریم صاحب کی فرمائش پر قاری محب الدین صاحب نے "تحفۃ المبتدی" تالیف فرمائی جو ۱۳۳۳ھ میں طبع ہوئی، تو اس کے سرورق پر "حسب فرمائش قاری صوفی عبدالکریم اعظم گڈھی" مرقوم ہے۔

قرارت سے فراغت کے بعد پھر کھنڈا کی معلمی میں مشغول ہو گئے، پندرہ روپیہ تنخواہ تھی نصف گھر والوں پر خرچ کرتے اور نصف غرباء ومساکین پر صرف کر دیا کرتے تھے، غریبوں کے مکانوں پر جاجاکر حالات دریافت کرتے اور انکی امداد کرتے رہتے، کھنڈا میں قیام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ کی صحبت میں بھی شرکت رہے، مولانا بہت بزرگ اور بڑے پایہ کے ولی تھے۔ قاری عبدالکریم صاحب پر طہارت وبزرگی کا رنگ اسقدر غالب تھا کہ کسی بے نمازی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کھنڈا میں کوئی بے نمازی آپکے سامنے سے جلدی نہیں گذرتا تھا کیونکہ ہر چھوٹے بڑے کو نماز ترک کرنے پر زدوکوب کرتے رہتے اگر آپ کی جماعت سے کوئی نماز نہ ملتی تو بھاگے ہوئے دوسرے محلوں کی ان مساجد میں جاتے جہاں تاخیر سے جماعت ہوتی۔ حق کی آواز بلند کرنے میں مصلحت وقت یا کسی کی مخالفت کی قطعاً پروانہ کرتے تھے، شدید مخالف فضا میں حق پر تنہا جمے رہتے تھے، مروّجہ شبینہ کے مخالف تھے جسمیں ایک شب میں نماز تراویح میں پورا قرآن ختم کیا جاتا تھا، چند آدمی نماز میں شریک رہتے باقی

دوسرے مشاغل چائے وغیرہ میں لگے رہتے تھے۔ آپ کا رُعب اس قدر غالب تھا کہ آپ کی موجودگی میں گھر کے کسی بھی گوشہ میں کوئی شخص بآواز بلند بول نہیں سکتا تھا اور تمام افراد کَاَنَّ الطُّیُوْرُ عَلٰی رُءُوْسِھِمْ کے مصداق بنے رہتے تھے۔ جس بچّے کی کچھ دنوں تربیت کر دی وہ پکّا نمازی اور تلاوت قرآن کا عادی ہو جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچّوں سے پیار و محبّت کرتے تھے، کسی کا بھی کوئی بچّہ سامنے آجاتا تو تھوڑی دیر اس کو ضرور ہنساتے کِھلاتے۔ راستہ میں کہیں کوئی مقبرہ نظر آجاتا تو مُردگاں کی روحوں کو کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے اور فرماتے کہ ان مُردگاں کا عمل منقطع ہو چکا ہے اس لئے ایصال اجر و ثواب کے یہ مردے زیادہ مستحق و محتاج ہیں۔

ایک بار کُھنڈا سے گھر آرہے تھے، کرتھی کا ایک غیر مسلم زمیندار بھی اعظم گڑھ سے گھر واپس جارہا تھا، کھورہٹ اسٹیشن سے دونوں ساتھ آئے، برسات کی اندھیری رات تھی، دریائے ٹونس پار کرنے کے لئے جب کشتی پر بیٹھے تو عجیب واقعہ پیش آیا، ملّاح ہر چند کشتی چلانا چاہتا ہے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی اور ارد گرد پانی زور زور سے اُچھل رہا ہے، دیر تک یہ حالت رہی، غیر مسلم ہمراہی کا خوف و ہراس سے بُرا حال تھا۔

بالآخر آپ کشتی سے اُترے اور وضو کر کے اذان دی بس یہ کیفیت زائل ہو گئی اور کشتی چل پڑی۔ اس ہمراہی نے مضبوطی سے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ مجھے میرے گھر تک پہونچا دیجئے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آج مر ہی جاتا، مارے دہشت کے راستہ بھر وہ آپ کا ہاتھ پکڑے رہا، جب گھر پہنچ گیا تو بہت اصرار کیا کہ آج رات آپ یہیں گذاریں لیکن آپ اپنے مکان چلے آئے۔

ایک مرتبہ آپ اور مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کُھنڈاوی ٹرین سے سفر کرنے والے تھے ابھی ایک میل کے فاصلہ پر تھے کہ گاڑی سیٹی دیکر چلنے کو تیار ہو گئی، ڈرائیور ہر چند کوشش کرتا ہے مگر ریل گاڑی حرکت نہیں کرتی، اِدھر آپ لوگ پورے وقار و متانت سے چلے آرہے ہیں، جب

قریب آئے اور گارڈ کی نظر آپ لوگوں پر پڑی تو جلدی سے اُتر کر استقبال کیا اور کہا کہ حضور آپ لوگوں کے انتظار میں ہماری گاڑی حرکت نہیں کرتی جلدی سے سوار ہو جائیے، آپ لوگوں کے سوار ہوتے ہی ٹرین چل پڑی۔

قاری عبدالکریم صاحب نفلی اعتکاف کی نیت سے زیادہ تر وقت مسجد میں گذارتے تھے نوافل، تلاوت قرآن اور وظائف و اوراد میں مشغول رہتے، مسجد ہی میں کھانا بھی کھاتے، کُھنڈا میں مولانا خلیل الرحمن صاحبؒ کے دروازہ پر جو مسجد ہے اسی میں ایک طرف مولانا اور دوسری طرف قاری صاحب کی اقامت گاہ تھی۔

کُھنڈا کے رئیس حاجی اقبال صاحب مرحوم نے اپنا ایک مکان قاری صاحب کے رہنے کے لئے خالی کر دیا تھا، اسی میں رہتے تھے۔ اچانک ایک روز حاجی صاحب سے آپ نے کہا کہ گھر پر میری اہلیہ کا آج انتقال ہو گیا ہے لیکن یہاں سے جاتے جاتے جنازہ میں شرکت نہ ہو سکے گی اس لئے کل اطمینان سے جاؤں گا۔ حاجی صاحب نے کہا کہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں، کیا معلوم آپ کے گھر پر کیا ہوا کیا نہیں؟ خیر جائیے دیکھتے آئیے، قاری صاحب جب گھر آئے تو ایک روز پہلے آپ کی اہلیہ کی تدفین ہو چکی تھی، یہ قصہ خود حاجی اقبال صاحب ہی نے احقر سے بیان کیا، کُھنڈا میں تقریباً دس برس معلّم قرآن کی حیثیت سے آپ مقیم رہے۔

۱۳۴۵ھ میں زیارت حرمین شریفین کا ارادہ ہو گیا، تھانہ بھون جا کر اپنے شیخ کو مطلع کیا، انھوں نے اظہار مسرت کیا اور دعائیں کیں، وہاں سے مکان آ کر گھر کے سارے معاملات کا تصفیہ فرما دیا، نئی منکوحہ کو مہر میں کل زیورات دیدیئے اور گھر والوں کو ایسی نصیحتیں کرنے لگے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ کو آخری سفر کرنا ہے اور اب مکان پر واپس آنا ہی نہیں ہے، اگر کوئی شخص یہ کہدیتا کہ بعافیت جائیں اور بخیریت واپس آئیں تو خفا ہو جاتے اور فرماتے کہ مجھے

واپس آنے کو کوئی نہ کہے۔ روانگی کے دن چچا مولوی محمد زمان صاحب مرحوم سے پورہ معروف گھاٹ پر فرمایا کہ مجھے واپس نہیں آنا ہے، گھر پر تم لوگ خوب مل جُل کر قاعدے سے رہو گے اور میری جدائی پر غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سال پورہ معروف سے آپ تنہا حج کیلئے گئے تھے، البتہ مئو وغیرہ کے کچھ حضرات رفیق سفر تھے۔ مکہ معظمہ پہونچکر آپ کی شیفتگی اسقدر بڑھی کہ عمرہ اور طواف کعبہ اس کثرت سے کرنے لگے کہ پاؤں ورم کر آئے تو پاؤں میں کپڑے باندھکر طواف کرتے رہے، لوگ منع کرتے تو فرماتے کہ طواف جیسی عبادت اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتی، تلاوت و نماز تو ہر جگہ ادا کی جاسکتی ہے۔

بالآخر شدید بخار میں مبتلا ہوئے اس کے بعد سرسامی کیفیت پیدا ہو گئی اور اوائل ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق جون ۱۹۲۷ء میں حج سے چند روز قبل رحلت فرما گئے اور جنت المعلٰی مکہ معظمہ کی سرزمین پاک میں ہمیشہ کے لئے پیوندِ خاک ہو گئے، اس طرح آپ کی دلی تمنا بر آئی اور آپ کی یہ پیشین گوئی کہ مجھے واپس نہیں آنا ہے حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

آپ کی رحلت کی خبر اسی روز قدرت نے مکان پر اس طرح پہونچا دی کہ دہلیز کی چھت کی ایک مضبوط کڑی بغیر کسی ظاہری سبب کے پھٹ گئی جس کا ایک کنارہ باہم ملا ہوا اور دوسرا کافی فاصلہ سے الگ ہو گیا، مگر مکان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا، احقر کے زمانہ میں کافی دنوں تک یہ کڑی یونہی چھت میں لگی رہی۔

آپ کی بیوی بھی اس روز سخت بے چین ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ آج میرے دل میں گھبراہٹ اور سخت الجھن پیدا ہو گئی ہے، جب مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھیوں نے بذریعہ خط وفات کی خبر بھیجی تو تاریخ وفات وہی تھی جو شہتیر کے پھٹنے اور اہلیہ کی قلبی الجھن کی تاریخ تھی جس کا ادراک ظاہر بیں نگاہیں نہ کر سکی تھیں۔ آپ کی پہلی بیوی کو ثریا پارکی تھیں جو آپ کے چھوٹے بھائی قاری محمد حنیف صاحب

کی اہلیہ کی بہن تھیں اور دوسری شادی جون پور کے شیخ عبداللہ صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی جو مولانا تھانویؒ کے مرید تھے۔

قاری عبدالکریم صاحب فارسی بھی بہت عمدہ جانتے تھے، اپنے مجلسوں میں فارسی اشعار کا ترجمہ برنگ تصوف پُرکیف انداز میں خوب سُنایا کرتے تھے، ان میں کا ایک شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

خود را بکوئے جاناں خستہ خراب دیدم   معشوق را ز عاشق اندر حجاب دیدم

حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ

آپ مئوناتھ بھنجن محلہ بھکاری پورہ کے باشندہ جناب سلامت اللہ صاحب کے لڑکے تھے۔ آپنے پورہ معروف میں مدرسہ معروفیہ اور اشاعت العلوم میں مجموعی طور پر بیس برس تعلیم دی ہے، آپ کے شاگردوں میں مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق علماء پیدا ہوئے، مولانا عبدالجبار صاحب معروفی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد، قاری ظہیرالدین صاحب معروفی شیخ القراء، مولانا محمد نذیر صاحب صدرالمدرسین منبع العلوم خیرآباد، مولانا سلیمان صاحب شمسی خیرآبادی اور مولانا عبدالمصطفٰے اعظمی گھوسوی وغیرہ آپ ہی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ پورہ معروف پر آپ کا بہت بڑا علمی احسان ہے، آپ محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مئوی اور مولانا عبداللطیف صاحب نعمانیؒ کے ساتھیوں میں سے تھے، ان تینوں حضرات کے دارالعلوم دیوبند میں پڑھنے کا زمانہ ایک ہی ہے، ملا فاضل کا امتحان دینے کے لئے ۱۹۱۶ء میں ان تینوں حضرات نے ساتھ ہی اس کا کورس پڑھنا شروع کیا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے مارچ ۱۹۱۷ء میں ملا فاضل کا امتحان دیا۔ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں آپ دارالعلوم دیوبند میں پڑھ رہے تھے کہ وہاں فصلی بیماری پھوٹ پڑی جسکی وجہ سے مجبوراً گھر واپس آگئے پھر تحصیل علم کے لئے ۱۳۳۹ھ میں آپ مینڈو تشریف لے گئے۔

مگر اس سال وہاں کے مدرسہ کی حالت کچھ خراب تھی جس کی وجہ سے واپس آکر دارالعلوم مئو میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور مولانا عبداللطیف صاحب نعمانیؒ مئوی کے ساتھ شعبان ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم مئو سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۱۳۴۲ھ میں آپ بحیثیت صدر مدرس مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں بلائے گئے، یہاں ۱۳۵۵ھ تک مسلسل تیرہ سال درس دیا۔ یہی زمانہ پورہ معروف میں علمی عروج اور تعلیمی حیثیت سے خیرالقرون کا زمانہ کہا جاسکتا ہے، یہاں پر آپ نے جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف تک مولانا محمد نذیر صاحب خیرآبادی کو تعلیم دی، جس نے آپ سے کچھ پڑھ لیا وہ کسی لائق ہوگیا۔ آپ کی علمی استعداد اس قدر ٹھوس تھی جیسے معلوم ہوتا تھا کہ ہر فن کی کتابیں آپ کو ازبر ہوں۔

طریقۂ تعلیم آپ کا بالکل جداگانہ تھا، کتاب پڑھا دینے اور اس کو رٹانے کے آپ قائل نہ تھے بلکہ بطور خود کتابوں کے حل کرنے کی طلبہ میں استعداد پیدا کراتے تھے، روزانہ پچھلا سبق سنکر آگے درس دیتے تھے اور سبق پڑھنے والے کے لئے لازم ہوتا کہ وہ دوران سبق کی ہر غلطی کو بطور خود درست کرے، جب تک عبارت کی غلطی ٹھیک نہ ہوتی سبق آگے نہ بڑھتا اور مولانا غلطی کی نشاندہی کرکے خاموش بیٹھے رہتے، ہر طالب علم کے لئے مطالعہ ضروری تھا، کبھی کبھی کسی کو کان پکڑوا کر جھکا دیتے وہ گھنٹوں اسی حالت میں رہتا، مجال نہیں کہ اپنی جگہ سے ہل سکے یا کسی طرف نظر گھما سکے، اس لئے جس طالب علم کے ذمہ جتنا کام ہوتا وہ اپنا کام بخوبی مکمل کرتا، رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی جیسے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کا رعب تھا، اپنی درسگاہ میں وقت سے کچھ پہلے ہی آکر بیٹھ جاتے اور چھٹی ہونے کے بعد ہی اپنی جگہ سے اٹھتے، پنجشنبہ کو مکان تشریف لے جاتے مگر چھٹی ہونے تک آپ کی کسی حرکت سے محسوس نہ ہوتا کہ آپ کو

گھر تشریف لے جانا ہے، پورہ معروف سے مئو چھ میل پیدل چل کر مکان جاتے اور شنبہ کو ٹھیک مدرسہ کے وقت پر حاضر ہو جاتے۔ محلہ بلوہ پر کچھ دنوں اپنی اہلیہ کے ساتھ بھی رہے، پابندی وقت میں آپ بے مثال تھے، بولتے کم تھے، تقویٰ طہارت اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ فرشتے بھی رشک کریں۔

شوال ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۵ھ تک مدرسہ معروفیہ سے مسلسل تین سال آپکی زیرادارت ایک معیاری قلمی رسالہ "ماہنامہ المعروف" نکلا کرتا تھا جس میں آپ کے اور طلباء مدرسہ کے نہایت معیاری علمی و اصلاحی مضامین شائع ہوا کرتے تھے، اس رسالہ کی کتابت اتنی عمدہ ہوا کرتی تھی کہ ناواقف شخص اسے مطبوعہ گمان کرتا تھا۔ اس میں آپ کا ایک اصلاحی مضمون بعنوان "ناقص تربیت کا نتیجہ" قسط وار شائع ہوا کرتا تھا، جس میں مولانا نے چار شخص کے سفرِ ناگپور کا نہایت دلچسپ تذکرہ ایسے ناصحانہ اور ظریفانہ انداز میں کیا تھا کہ پورا مضمون پڑھے بغیر ہاتھ سے نہیں چھوٹتا تھا، ساتھ ہی ساتھ ہنسی بھی بے قابو ہو جاتی تھی، اس کے اندر آپ کے شذرات وہ جواہر پارے ہوا کرتے تھے جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں، شذرات کے معنیٰ سونے کے ٹکڑے اور موتیوں کے ہیں، درحقیقت یہ شذرات بیش قیمت سونے اور بے بہا موتیوں سے کم نہیں ہوا کرتے تھے۔

۱۳۵۵ھ میں مسلمانان پورہ معروف کے اندر کچھ باہمی کشیدگی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم قائم ہوا جس کا پہلا نام مدرسہ انصاریہ تھا، اختلاف کے بعد مولانا نے مدرسہ معروفیہ کی مدرسی ترک کر دی، مگر کارکنانِ اشاعت العلوم نے باصرار تمام آپ کو لاکر مدرسہ میں بٹھادیا، اس مدرسہ کی تدریسی خدمت میں آپ نے زندگی گزادی جسکی مجموعی مدت سات برس ہوتی ہے۔ احقر نے شوال ۱۳۶۲ھ سے شعبان ۱۳۶۳ھ تک حضرت مولانا مرحوم سے میزان الصرف اور تھوڑی تھوڑی نور الایضاح، ہدایۃ النحو، نفحۃ الیمن وغیرہ کتابیں اشاعت العلوم میں پڑھی ہیں،

افسوس کہ اسی سال ۱۳۶۳ھ کے وسط میں حضرت مولانا دارفانی سے رحلت فرما گئے اور آپ سے علمی استفادہ کا زیادہ موقع نہ مِل سکا۔

آپ بہترین خطاط بھی تھے بالخصوص خط نسخ یعنی عربی رسم الخط آپ کا بہت ہی عمدہ ہوا کرتا تھا، ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ آپ ایک ماہر گھڑی ساز بھی تھے، خراب سے خراب گھڑی کو بنا کر چلا دیا کرتے تھے۔ آخر میں آپ کا ایک مکتوب گرامی بزبان عربی نقل کیا جاتا ہے جسے ۱۳۶۲ھ میں آپ نے حافظ حبیب اللہ صاحب ناظم مدرسہ معروفیہ کے نام مکہ معظمہ روانہ فرمایا تھا جس سال پورہ معروف کے بیالیس ۴۲ آدمی حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔

نقل مکتوب

من عبد الحي المئوي المدرس في المدرسة المعروفية الى مخدومنا المحترم حافظ حبيب الله۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔ اني مع العافية واسأل الله لكم العافية واني التجي اليك انك تدعولي في الحرم المحترم ان يحفظني الله تعالٰى من جميع آلام الدنيا والآخرة واني قلت لك وقت رحلتك ان تبلغ السلام والصلوٰة مني الى النبي المدني (فداه ابي وامي) صلى الله عليه وسلم لما وصلت الى مدينته الطيبة فالآن ارجو منك ان لا تنساني من دعائك الخير۔ ولما وصلتم الى الحرم المحترم ادعوا الله تعالٰى للمقدمة التي ههنا من اهل الهنود لذبح البقرة، فانكم هناك مستجيبوا الدعوات۔ جميع من حضرني الآن يسلم عليك وعلى رفقائك۔

الحاج حکیم مولانا محمود صاحب

حکیم محمد طاہر بن مولانا محمد طاہر صاحب کے لڑکے تھے اور ایسے خاندان میں پرورش پائی جو پورہ معروف کے اندر اپنے زمانہ میں علم و دولت اور سیادت و قیادت میں واحد گھرانہ تھا اس لیئے آپ کے اندر خاندانی سبھی خوبیاں موجود تھیں۔ ابتدائی تعلیم گھر کی چہار دیواری میں حاصل کی پھر ۱۳۱۱ھ میں فیض عام کانپور میں داخل ہو کر پورے انہماک سے طلب علم میں مشغول ہو گئے یہانتک کہ تمام اساتذہ بالخصوص فخر زمن مولانا احمد حسن صاحب کی توجہات کا مرکز بن گئے، روپئے کی کمی نہ تھی، درسی وغیرہ درسی جس کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی اسے فوراً خرید لیتے اور بنظر غائر مطالعہ کرتے، پڑھنے ہی کے زمانہ میں واقعات المفتئین اور مراقی الفلاح وغیرہ خریدیں۔ زیر مطالعہ کتابوں میں سے اکثر کتابوں کے سرورق پر اپنی یاد داشت کی طویل فہرست اور مجمل و مشکل مقامات کی توضیح مع حوالہ کتب تحریر کر دی ہے، بہت سی کتابوں پر اپنا قلمی حاشیہ رقم کر دیا ہے یہ کتابیں آج بھی آپ کے خاندانی کتب خانہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آپ کے بہت سے ہم سبق کئی کئی سال مدرسی کر کے رفع مشکلات و معضلات کے لئے دوبارہ پڑھ رہے تھے مگر اساتذہ کی خدمت میں شکوک و شبہات پیش کرنے میں کبھی آپ سے سبقت نہ لیجا سکے، مولانا احمد حسن صاحب اپنے لڑکے کی طرح آپ کو مانتے تھے ۱۳۱۴ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ کو سند فراغ ملی جسے راقم نے دیکھا ہے، اس پر مختلف علوم و فنون کی اکتیس ۳۱ کتابیں مرقوم ہیں جو مولانا احمد حسن صاحب سے آپ نے پڑھیں۔

کانپور کے زمانہ طالب علمی میں آپ کے ہمعصر حکیم مولانا الٰہی بخش صاحب مبارکپوری نے آپ کی علمی لیاقت دیکھکر وہیں فیصلہ کر لیا تھا کہ مبارکپور میں ایک مدرسہ قائم کیا جائے گا جس میں مدرس اول آپ ہی رکھے جائیں گے، چنانچہ ۱۳۱۷ھ میں جب مدرسہ احیاء العلوم قائم ہوا تو پہلے مدرس آپ ہی

منتخب ہوئے، آپ کے حسن عمل نے مدرسہ کو ایسی علمی ترقی دی کہ یہی مدرسہ اب جامعہ عربیہ احیاء العلوم کے نام سے متعارف ہے۔ آپ سے پڑھنے والوں کا بیان ہے کہ بہت سے اساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا لیکن مولانا محمد محمود صاحب کے پڑھانے کا جو طرز تھا وہ کہیں نہیں ملا۔

آپ کے شاگردوں میں مولانا شکر اللہ صاحب مبارکپوری، مولانا محمد یٰسین صاحب مفتی احیاء العلوم مبارکپور، مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری، مولانا فقیر اللہ صاحب مبارکپوری، مولانا عنایت اللہ صاحب مبارکپوری، حکیم عبدالباری صاحب مبارکپوری، مولانا محمد یٰسین صاحب معروفی، مولانا محمد صابر صاحب مئوی استاذ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مئوی، مولانا محمد امین صاحب ادروی جیسے مایۂ ناز علما پیدا ہوئے۔

مبارکپور میں آپ کا ایک علمی مناظرہ مولانا لعل محمد صاحب رسولپوری سے ہوا، جس کی تفصیلی روداد ایک قلمی کتابچہ کی شکل میں آپ کے کتبخانہ میں محفوظ ہے۔ وجہ مناظرہ یہ ہوئی کہ مولانا لعل محمد صاحب نے احکام عید الاضحیٰ سے متعلق ایک اشتہار شائع کرایا جس میں مولانا محمود صاحب نے پانچ غلطیاں نکالدیں، اِس پر وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے۔

جامع مسجد راجہ شاہ مبارکپور میں بعد نماز جمعہ مناظرہ ہوا، مولانا محمود صاحب کے استدلال و جواب سے مولانا لعل محمد صاحب پر غشی طاری ہو گئی۔ قلمی کتابچہ کی تھوڑی سی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

"اس پر مولوی لعل محمد صاحب نے سکوت کیا اور ان پر غشی طاری ہو گئی، منبر پر بیٹھ کر جھومنے لگے، پھر دیوار سے ٹیک لگا کر بیہوش ہو گئے، کوئی پنکھا جھلنے لگا، کوئی پانی کا چھینٹا دینے لگا، کسی نے کہا گلاب لاؤ، ایسا شور ہوا کہ ہنگامہ محشر نظر آیا۔"

آپ کو کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ جب بھی کوئی مسئلہ تلاش کرنا ہوتا تو اس طرح

کتاب کھولتے کہ وہی بحث نکل آتی یا ایک دو ورق اُلٹ پلٹ کرنا پڑتا۔

پورہ معروف کے ملّی و قومی کاموں کی وجہ سے ایک طویل رخصت احیاء العلوم سے لیکر کچھ دنوں مکان پر رہے۔ رخصت ختم ہونے کے بعد مبارکپور جاکر کار تدریس میں مشغول ہوگئے لیکن پورہ معروف کے امور گوناگوں شدّت سے متقاضی ہوئے کہ آپ پورہ معروف یا اس کے قریب رہیں، اس لئے احیاء العلوم کی مدرسی ترک کرکے دار العلوم مئو کی صدر مدرسی قبول کرلی۔ جب آپ کے والد محترم کا ۱۳۲۴ھ میں انتقال ہوگیا تو دار العلوم مئو کی مدرسی بھی ترک کردینی پڑی کیونکہ گھر کی تمامتر ذمہ داریاں آپ کے سر آپڑی تھیں۔ ۱۳۳۰ھ مط ۱۹۱۳ء میں مسلمانان پورہ معروف کے تعاون سے مدرسہ معروفیہ قائم کیا، نظامت کی ذمہ داری خود سنبھالی اور اپنے تلمیذ رشید مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری کو مدرس اول رکھا، جنھوں نے ۱۳۳۷ھ تک سات سال خدمتِ تدریس انجام دیا۔ ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بھی آپ ہی نے قائم کیا، اس کے بھی ناظم اول آپ ہی تھے۔

پورہ معروف میں آپ نے مسلم قیادت اس شان و شوکت سے کی کہ مخالفین کے چھکے چھڑا دیئے انگریزوں کی حکومت تھی، "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی چل رہی تھی، پورہ معروف بھی اس سے متاثر تھا، آئے دن ہندو مسلم اختلافات، کبھی مقبرہ کا جھگڑا، کبھی گوبر گنیش کا، کبھی ہولی کا تو کبھی گاؤکشی کا اور کبھی مسجد کے سامنے باجے وغیرہ کا جھگڑا، کبھی کبھی فریقین میں تصادم بھی ہوجاتا اور عظیم پیمانے پر مقدمات لڑے جاتے، آپ نے ان مقدمات کی پیروی ایسے تدبر اور حسن و خوبی سے کی کہ بفضل خدا ہر ایک میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور فریق مخالف کے حوصلے پست ہوگئے۔

۱۳۱۶ھ میں موضع کرتھی جعفرپور کی آبادیات و اراضی کی سرکاری تقسیم کے موقع پر غیر مسلم زمینداروں نے یہ کہدیا کہ مسجد، مندر، اسکول، پوکھری یا چاہ جات وغیرہ میں جو زمین مستعمل ہے

اس کو ہم اپنے حصہ سے الگ نہیں کریں گے۔ مولانا نے مسلم زمینداروں سے بالخصوص اپنے خاندان والوں سے مشورہ کرکے اعلان کر دیا کہ اس قسم کی ساری زمین ہم اپنے حصہ کی بخوشی چھوڑ دیں گے اس موقع پر بھی غیر مسلم زمینداروں کو بڑی ندامت اٹھانی پڑی۔ سائل و خصم کو برجستہ اور ظریفانہ جواب دیا کرتے تھے۔

ایک بار ایک شخص نے دریافت کیا کہ میں نے بحالت نارافگی انتہائی غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدیا ہے، کیا ایسی حالت میں طلاق پڑ جائے گا؟ فرمایا کہ ہمارے یہاں تو لوگ جب اپنی بیوی سے بہت خوش ہوتے ہیں تب طلاق دیتے ہیں۔

آپ کو کاشتکاری سے بھی کافی دلچسپی تھی، زمینداری میں اضافہ بھی کیا، پیداوار بڑھانے پر کافی زر صرف کرتے تھے، زمین کی پیمائش اور اس سے متعلق کاغذات میں پوری معلومات اور بیحد مہارت رکھتے تھے۔

طبی مہارت و حذاقت میں ید طولیٰ حاصل تھا، نہایت اعلیٰ پیمانہ پر آپ کا مطب چلتا تھا فراغت کے بعد کانپور میں طبابت سیکھی اور گھر پر اپنے والد صاحب سے بھی یہ فن حاصل کیا۔

عظمت گڑھ کے راجہ کے آپ طبیب خاص تھے، اس کے یہاں سے بطور وظیفہ ایک خطیر رقم آپ کو ملا کرتی تھی، بڑے اعزاز سے اس کے یہاں پالکی پر جایا کرتے تھے۔ آپ کا نسخہ بھی اپنے والد کی طرح بہت مختصر ہوا کرتا تھا۔ تشخیص و تجویز کا یہ عالم تھا کہ نبض پر ہاتھ رکھا اور اٹھایا، جیسے ایک سکنڈ میں کامل مرض کی شناخت کر لیتے تھے، بسا اوقات احقر نے یہ کیفیت دیکھی ہے۔ آپ کے سامنے بھی بطور امتحان بھینس کا قارورہ پیش کیا گیا تھا جس کے نسخہ میں آپ نے کھلی بھوسہ لکھ کر دیدیا۔

نماز جمعہ و عیدین کی امامت آپ ہی کے ذمہ تھی اور آپ کی عدم موجودگی میں حافظ

حبیب اللہ صاحب امامت کے فرائض انجام دیتے تھے پھر بعد میں مستقل امام ہو گئے، لیکن عیدین کی امامت تا زندگی مولانا ہی کرتے رہے۔ ۱۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، عمر طبعی پوری ہو چکی تھی، ضعفِ پیری غالب تھا کہ ایک بار لڑھک کر گر پڑے اور ہفتہ عشرہ علیل رہ کر، شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۴ر اپریل ۱۹۵۱ء کو علی الصباح وفات پائی اور بعد نماز ظہر اپنے آبائی مقبرہ میں سپرد خاک کیے گئے۔

تقریباً پچاس برس تک آپ نے پورہ معروف کی قیادت و رہنمائی کی۔ آپ کے تین لڑکے مولوی سلامت اللہ، مولوی رحمت اللہ اور امانت اللہ تھے اور تینوں آپ کی زندگی ہی میں داغِ مفارقت دے گئے، تیسرے لڑکے کا بچپن میں انتقال ہو گیا، بقیہ دو کو بڑی محنت سے پڑھایا۔

مولوی رحمت اللہ صاحب ۱۳۵۳ھ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ قلمی رسالہ ماہنامہ "المعروف" جو ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۵ھ تک بڑے اہتمام سے نکلتا رہا، اس میں آپ کے معیاری مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ "حیات طاہر" کی ترتیب و تالیف کا جذبہ بھی آپ کے اندر موجزن تھا، اس سلسلہ میں ایک مختصر تذکرہ بھی مرتب کیا تھا جس کے اقتباسات "المعروف" میں بھی تحریر کرتے تھے مگر افسوس کہ آپ کی عمر وفا نہ کر سکی اور عالم شباب ہی میں رحلت کر گئے جس کا مولانا محمود صاحب کو بیحد صدمہ تھا۔ مولوی سلامت اللہ صاحب کو کچھ لمبی عمر ملی، بہت نیک طبع اور خدمتِ خلق کے گرویدہ تھے۔ ۹ر ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو وفات پائی اور سات لڑکے اپنی یادگار میں چھوڑے۔

الحاج الحافظ مولانا محمد یٰسین صاحب

محلہ بلوہ حاجی محمد سلیمان صاحبؒ کے آپ لڑکے تھے بچپن میں محلہ کے اندر حافظ حبیب اللہ صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا، مدرسہ معروفیہ میں مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری سے شرح جامی وغیرہ پڑھکر بغرض تحصیل علم باہر جانے کے لئے اصرار کرنے لگے، گھر کے حالات سازگار نہ تھے تو چپکے سے مینڈو پڑھنے کے لئے چلے گئے اس کے بعد گھر کے لوگ غربت کے باوجود پڑھانے کے لئے آمادہ ہو گئے، تین سال دارالعلوم دیوبند میں پڑھ کر غالباً ۱۳۳۹ھ میں وہاں سے فارغ ہوئے، قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ساتھیوں اور حضرت شاہ انور صاحب کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ کے شاگردوں میں سے تھے۔

آپ ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۱ھ تک ایک سال مدرسہ معروفیہ میں صدر المدرسین تھے، پھر مولانا محمد ایوب صاحب مئوی نے جو اس وقت سینیر مدرسہ اکڑا چوبیس پرگنہ میں مدرس تھے وہاں پر آپ کو خدمت تدریس کے لئے بلالیا، آپ کے کارناموں سے وہاں کے لوگ بہت خوش تھے، آہستہ آہستہ ترقی کرکے وہاں کے سب سے بڑے عہدہ پر یعنی سپرنٹنڈنٹ ہو گئے اور مستقل اسی پوسٹ پر رہ گئے، تقریباً ستائیس برس اس مدرسہ میں پڑھایا، یہیں کے قیام میں مولانا عبدالرؤف صاحب داناپوری مؤلف "اصح السیر" سے فن طب پڑھا، مولانا داناپوری کی عطا کردہ سند اب بھی آپ کے گھر موجود ہے، اسی طرح کوئی حکیم احمد حسین صاحب تھے انھوں نے بھی سند دی ہے، ان دونوں سندوں پر آپ کی ذہانت وفطانت کے ساتھ ان کتابوں کا تذکرہ ہے جو ان دونوں طبیبوں سے آپنے پڑھی تھیں اور اسمیں آپ کو علاج ومعالجہ کی اجازت دی گئی ہے، ہومیوپیتھک کی بھی سند آپ نے حاصل کی تھی، طبی اور ہومیوپیتھ دونوں قسم کا علاج بھی کسی قدر کرتے تھے، دارالعلوم دیوبند کی سند پر

جَیِّدُ الفَھْم وغیرہ توصیفی کلمات مرقوم ہیں، علمی لیاقت بہت اچھی تھی، بخاری شریف شاہ انور صاحبؒ سے پڑھی تھی۔

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ سے بیعت کیا، کچھ دنوں کے بعد خلافت و اجازت بیعت سے نوازے گئے جس پر آپ کے مکتوبات آج بھی شاہد ہیں، کچھ لوگوں کے اصرار پر ان کو بیعت بھی کیا تھا اور اپنے شیخ کو مطلع کیا کہ "حضرت کی اجازت کے باوجود دل نہ چاہتے ہوئے بھی بعض مخلصین کے اصرار پر بیعت کر ہی لیا ہے" لیکن معرفت حق" الہ آباد، محرم وصفر ۱۳۸۹ھ مطابق اپریل و مئی ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں مولانا فتحپوریؒ کے خلفاء کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں آپ کا نام نہیں ہے، مگر یہ چیز کوئی قابل تعجب نہیں ہے، کیونکہ معرفت حق کی یہ فہرست مکمل نہیں ہے بلکہ اس وقت جتنے خلفاء کا نام مل سکا تھا انھیں بر وقت شائع کر دیا گیا تھا۔

آپ اپنے وقت کی بہت قدر کرتے تھے، تھوڑا وقت بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے، تہجد کی نماز کبھی نہیں قضا ہونے دیتے تھے، تلاوت کلام پاک پابندی سے کیا کرتے تھے، بعد نماز عصر تسبیح پڑھتے ہوئے تفریح میں نکل جاتے تھے، خاموشی پسند کرتے تھے، تواضع و انکساری حد درجہ تھی، شکار کھیلنے کا بھی شوق تھا۔ بندوق رکھتے تھے مگر چلاتے کم تھے۔ تدریسی مشغلہ میں پوری زندگی گذار دی۔ چھٹی کے اوقات میں کتب احادیث کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے۔ اچھا خاصا کتابوں کا ذخیرہ فراہم کیا تھا جو اب بھی گھر پر موجود ہے۔ ۱۹۴۶ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۲۰ اپریل ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۷۱ھ کو پورہ معروف میں وفات پائی۔

الحاج الحافظ حبیب اللہ صاحب

محلہ بلوہ حافظ شکر اللہ بن حافظ ولی اللہ کے لڑکے تھے، والد محترم سے قرآن کریم حفظ کیا اور بہت اچھا یاد کیا تھا، آپ نے کلام پاک کی بہت زیادہ خدمت کی، حافظ ہونے کے بعد

ہی سے تاحیات مکان پر لوجہ اللہ حفظ وناظرہ کی تعلیم دی۔ آپ کا مکان تعلیم قرآن کے لئے ایک بڑا مدرسہ تھا، محلہ کے سارے لڑکے پڑھتے ہی تھے دوسرے محلّوں اور قصبہ کے علاوہ بیرونی لڑکے بھی آپ کے یہاں پڑھتے تھے، آپ سے بکثرت حفاظ پیدا ہوئے جن میں سے بعض نے یہ سنّت آپ کی جاری رکھی کہ اپنے اپنے گھروں پر مفت تعلیم قرآن دیتے ہیں۔ آپ بہ کثرت کلام پاک کی تلاوت کرتے رہتے۔

جامع مسجد کے متولی آپ ہی تھے، مولانا محمد محمود صاحب کے عُہدہ نظامت سے ۱۳۵۵ھ میں الگ ہوجانے کے بعد مدرسہ معروفیہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے اور تادم آخر اٹھارہ برس تک نہایت پُرسکون نظامت کی، الگ الگ دو تھیلیاں رکھتے تھے ایک مسجد کے حساب کی، دوسری مدرسہ کی، مجال نہیں کہ حساب میں کوئی فرق آئے، خود لکھتے نہ تھے، حساب وکتاب دوسرے سے لکھواتے اور جانچ کراتے۔ جب آخر شعبان میں مدرسہ معروفیہ کا امتحان سالانہ وجلسہ ہوتا تو مدرسہ کے پورے سال کا آمد وصرف کسی کے ذریعہ سالانہ اجلاس میں پڑھوا کر سُناتے۔

تقویٰ وامانت داری کا یہ حال تھا کہ لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھا کرتے تھے۔ مولانا محمد محمود صاحب کی عدم موجودگی میں نماز جمعہ کی امامت آپ ہی کیا کرتے تھے پھر مستقل امام بنا دیئے گئے اور آخر عمر تک اسے بخوبی انجام دیا۔ ضعیفی میں بینائی کمزور ہوگئی تھی، جمعہ کا خطبہ زبانی پڑھتے مگر خطبہ کی کتاب ہاتھ میں لئے رہنے کا معمول تھا، جمعہ کے بعد قصبہ کے معزز حضرات آپ کے مکان پر جاتے اور کچھ دیر تک آپ کی صحبت میں بیٹھتے۔ آپ کا احترام لوگوں کے دلوں میں اس قدر تھا کہ آپ جس کام کا اشارہ کر دیتے اس میں سب لوگ پورے اتفاق سے جڑ جاتے اور اس کے کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ کثرت سے لوگ آپ سے تعویذ حاصل کرنے آتے کیونکہ آپ کا تعویذ مختلف امراض میں مفید ہوا کرتا تھا۔

۱۳ر شوال ۱۳۴۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس سال پورہ معروف کے حجاج کا قافلہ بیالیس آدمیوں پر مشتمل تھا، ۲ر صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ر اگست ۱۹۲۶ء کو مکان پر واپسی ہوئی
احقر نے بہت قریب سے آپ کو دیکھا ہے کیونکہ آپ کی نظامت میں مدرسہ معروفیہ میں تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد آپ کی زیر نظامت اس مدرسہ میں چار برس مدرسی کی پھر آپ کی وفات کے بعد سولہ برس خدمت تدریس انجام دی۔

آپ کی وفات جمعہ کے دن ۱۰ر ربیع الآخر ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۱۹۵۳ء کو ہوئی اور بعد نماز جمعہ آپ کے خاندانی مقبرہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

الحاج حکیم مولانا محمد شبلی صاحب رشید خیرآبادی

خیرآباد کے حکیم جان محمد صاحب کے آپ لڑکے تھے۔ جب آپ ابتداءً خیرآباد میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت منبع العلوم خیرآباد میں سرایاں مبارکپور کے مولانا شاہ محمد صاحب مدرس تھے جو ماہر و مشہور حکیم اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس اور حکیم اجمل صاحب اور مولینا عبدالحی صاحب لکھنوی کے شاگردوں میں سے تھے، مولانا محمد شبلی صاحب نے مولانا سریانوی سے دورۂ حدیث تک پڑھا، طبابت اور خوشنویسی میں بھی انھیں سے کمال حاصل کیا پھر دلی میں طب یونانی پڑھی اور وہیں شاعری بھی سیکھی، گھر پر اپنے والد محترم سے بھی فن طب سیکھا دلی میں آپ تجارت کرتے تھے اس لئے ایک عرصہ تک دلی رہنے کا اتفاق پڑا، وہاں مچھلی کا شکار کرنے بھی کبھی جایا کرتے تھے

خیرآباد میں کچھ دنوں تعلیم دی پھر پنجشنبہ ۲۵ر محرم ۱۳۴۵ھ مطابق ۵ر اگست ۱۹۲۶ء کو مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں بحیثیت مدرس لائے گئے اور ۱۳۶۶ھ تک مسلسل اکیس برس بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدرسی کی، مدرسہ معروفیہ کی زندگی میں ابتک اتنی طویل مدت تک

کسی نے مدرسی نہیں کی۔ فارسی زبان میں بہت اچھی مہارت رکھتے تھے۔ فارسی کی پہلی کتاب سے لیکر آمدنامہ، گلستاں، بوستاں، مالابدمنہ، یوسف زلیخا، اخلاق محسنی، سکندر نامہ، انوار سہیلی اور بہارستان جامی وغیرہ تک تنہا پڑھاتے تھے۔ فارسی کے مشکل مشکل الفاظ کے اعراب ومعانی جو آپنے بتا دیئے لغت میں اس کے خلاف کبھی دستیاب نہ ہوئے۔

مدرسۂ معروفیہ سے جو ماہنامہ "المعروف" قلمی رسالہ نکلتا تھا اس کے مرتب آپ ہی تھے، رسالہ کا ٹائٹل نہایت خوشنما آپ ہی بناتے تھے، آپ کی نظمیں بھی اس رسالہ میں شائع ہوا کرتی تھیں۔ تاریخ گوئی میں تو آپ کو کمال حاصل تھا۔ تاریخی نام اور تاریخی اشعار برجستہ کہدیا کرتے تھے۔ شاعری میں آپ مسلّم استاذ تھے۔ قرب وجوار اور دور دراز کے شعراء اپنے کلام کی اصلاح آپ سے لیا کرتے تھے۔ کتنے شعراء آپ کے رعب وقار کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے احقر کو وسیلہ بناتے تھے۔

طب یونانی میں بھی بیحد مہارت رکھتے تھے، جو مریض آپ کے زیر علاج ہوتا اس کی خبرگیری کے لئے روزانہ صبح وشام اس کے گھر تشریف لیجاتے تھے اور کسی کے بُلانے کے منتظر نہ رہتے تھے، مریض سے فیس لینے کے عادی بھی نہ تھے۔ طبّی مہارت کا یہ حال تھا کہ ایک بار اپنے مکان سے پورہ معروف تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ایک جگہ آہ اور واویلا کا ہنگامہ برپا تھا جہاں ایک شخص کو مردہ سمجھ کر کفن باندھا جارہا تھا اور اس کے جلائے جانے کی تیاری کی جارہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص مردہ نہیں ہے بلکہ اس کو سکتہ کی بیماری ہوگئی ہے، آپ کی ہدایت پر عمل کیا گیا اور وہ مریض اچھا ہوگیا۔

احقر نے اردو، فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم نیز کتابت مولانا مرحوم سے حاصل کی شاعری اور تاریخ گوئی کا تھوڑا ذوق آپ ہی کی صحبت میں پیدا ہوا پھر کتابت کی تکمیل

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب متوفی ۱۳۹۹ھ سے دار العلوم دیوبند میں ۱۳۶۹ھ میں کیا۔

مولانا مرحوم خاکساری اور تواضع کے پیکر تھے، طلبہ کے ساتھ بے حد شفقت کا برتاؤ کرتے تھے لیکن ان پر آپ کا رُعب ہمیشہ غالب رہتا تھا۔ سچے عاشق رسولؐ تھے، کبھی کبھی عشق نبیؐ میں بیخودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی خاصکر سفر حج میں، ۱۳۷۴ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، اس سفر میں وارفتگی اتنی بڑھی کہ اپنی خبر نہیں رہتی تھی بالآخر حج کے بعد ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۵ء کو مکہ معظمہ میں وفات پاکر سرزمین پاک میں پیوند خاک ہو گئے۔ حج کے پاسپورٹ پر آپ کی تخمینی عمر چھیاسٹھ ۶۶ برس لکھی ہوئی ہے مگر میرے خیال میں اس سے زیادہ عمر تھی۔

مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد اپنے بعض بزرگوں کا مشورہ ہوا کہ مولانا کی یادگار میں ان کا مجموعۂ کلام شائع کر دیا جائے، احقر نے آپ کے کلام کی تلاش میں خیرآباد اور مبارکپور کا سفر کیا مگر کہیں بھی کچھ نہ مل سکا۔ آپ کی مشہور حمد کا ایک بند ملاحظہ ہو ؎

میں نے گلشن میں دیکھی ہر اک گل کی خو سب کے ورد زباں وحدہٗ وحدہٗ
قوموا تھا وردِ سروِ لب آب جو شاخِ گل پڑھتی تھی وارکعوا واسجدوا

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

مدرسہ معروفیہ کی تعریف میں ایک لمبی نظم کے دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

تو ہے وہ کانِ جواہر پورۂ معروف میں جس کا ہر دُر بے بہا اے مدرسہ معروفیہ
تجھ سے جاری ہو گیا سرچشمۂ دینِ حنیف فیض کا دریا بہا اے مدرسہ معروفیہ

نمونۂ غزل کا ایک شعر ملاحظہ ہو:۔

پہلو سے چھوٹ کر وہ چلا چیختا ہوا میرے دلِ غریب کو یارب یہ کیا ہوا

مولانا نظام الدین صاحب

محلہ بانسہ میانجی جمن کے آپ لڑکے تھے نہایت نیک طبع، منکسر المزاج، بااخلاق اور متقی و پرہیزگار تھے، ۱۳۲۵ھ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، قرآن کریم نہایت عمدہ اور دلکش آواز میں پڑھتے تھے۔ محلہ کی مسجد کے امام تھے۔ حافظ حبیب اللہ صاحب کے بعد جمعہ وعیدین کے امام منتخب ہوئے اور تاعمر آپ ہی امامت کرتے رہے، پورہ معروف کے سبھی لوگ آپ کی امامت پر متفق تھے لیکن آپ کے انتقال کے کچھ ہی دنوں کے بعد دوسرے محلوں کی مساجد میں بھی جمعہ قائم ہو گیا۔

آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے شاگرد تھے اور انھیں کے دست حق پرست پر بیعت بھی کیا تھا۔ جب حضرت شیخ کا قیام ٹانڈہ میں ہوتا تو رمضان المبارک کے کچھ ایام ان کی صحبت میں جا کر گزارتے، اسی طرح ہر دینی مجالس میں شرکت کے عادی تھے، آپ کے مکان پر اکثر اہل علم کی مجلس جا کرتی تھی، احقر بھی گاہے گاہے ان مجلسوں میں حاضر ہوتا، کبھی کبھی شام کا کھانا کھا کر احقر کے غریب خانہ پر آجاتے اور عشاء کے وقت تک بیٹھتے۔ ایک بار مسجد محلہ کے تعمیری کاموں کی ذمہ داری آپ کے سر آگئی تھی تو احتیاطاً روزانہ شب میں آکر اس کے آمد و صرف کا حساب مجھ سے جانچ کراتے اور صفائی سے لکھواتے۔

حتی المقدور غرباء و مساکین کی خبر گیری کرتے۔ نماز کی طرف لوگوں کو ترغیب دلاتے رہتے اور رسومات فاسدہ سے اجتناب کی جد و جہد لوگوں میں ہمیشہ کرتے رہتے۔ دوشنبہ کے دن ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء کو وفات ہوئی۔

آئندہ صفحہ پر مولانا کی رحلت کے تاریخی مادے مذکور ہیں ملاحظہ فرمادیں:۔

دائم بخدمتِ خلق قائم	باحشمت اں واصل جنت
۱۹۶۲ عیسوی	۱۳۸۲ ہجری
در امان نظام الدین	مکانِ نعیم جائے نظام الدین
۱۳۸۲ ہجری	۱۳۸۲ ہجری
بدیں کج مہر دنیا رفت امام جامع مسجد	بریں آشوب زارِ ملک آں کسی متقی حق شد
۱۳۸۲ ہجری	۱۹۶۲ عیسوی

از مسکین محمد عثمان اعظمی

۱۹۶۲ عیسوی

مولانا عبد الرحمن صاحب

محلہ بلوہ عصمت اللہ صاحب کے آپ لڑکے تھے، بچپن میں محلہ ہی میں حافظ حبیب اللہ صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا، ۱۳۵۰ھ کے لگ بھگ دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کی قوت حافظہ بہت عمدہ تھی، حفظ قرآن کے بعد سے بڑھاپے تک قرآن کریم کے کھول کر دیکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی، اپنی یاد داشت کی بدولت ہمیشہ تلاوت کرتے رہے۔ نوجوانی کے عالم میں ایک بار شبینہ میں پہلی رکعت میں بیس پارے اور دوسری رکعت میں پانچ پارے نماز تراویح میں آپ نے پڑھادیا، لقمہ کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپ کے استاذ بھی نماز میں شریک تھے اور جلد رکوع کرنے کے لئے گاہے گاہے لقمہ دیدیا کرتے تھے، اس لئے انکی ناراضگی کے اندیشہ سے دوسری جانب سلام پھیرتے ہی مسجد سے بھاگ نکلے۔ اسی طرح دورۂ حدیث کے سبق میں ایک مرتبہ سو گئے، کسی ساتھی نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کو بذریعہ رقعہ مطلع کر دیا، حضرت نے بھی بچشم خود سوتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ اٹھ جائیے

مٹکہ میں غوطہ لگا آیئے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ میں سو نہیں رہا تھا، پرچی غلط بھیج گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خود میں نے سوتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے آپ مٹکے کی سیر کر ہی آیئے آپ نے عرض کیا کہ میں بالکل سویا ہی نہیں اس لئے اٹھنے کا سوال ہی نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب جاگ رہے تھے تو سبق کی تقریر دُہرایئے، اس پر سبق کی پوری تقریر حضرت کے الفاظ میں دہرا دی۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ کا سونا جاگنا دونوں برابر ہے، اب آپ کو سونے کی بھی اجازت ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت کی توجہ آپ کی طرف بہت بڑھ گئی۔

غالباً ۱۳۶۶ھ میں جامع مسجد پورہ معروف کی جدید تعمیر کے موقع پر جو باہمی اختلاف ہوگیا تھا اس کو ختم کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بلائے گئے، مدرسہ معروفیہ میں قیام تھا، مولوی عبدالرحمٰن صاحب بھی وہاں پہونچے، تقریباً بیس سال کے بعد دور ہی سے دیکھکر حضرت نے فوراً پہچان لیا، اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ آپ نے اپنی شادی کی کتنے بچے پیدا ہوگئے مگر کوئی اطلاع نہیں دی، آپ پر مٹھائی کھلانی واجب ہے، مولوی عبدالرحمٰن صاحب اسی مجلس میں مٹھائی لیکر حاضر ہوئے، انسانوں کا ہجوم تھا۔ حضرت نے ہر ایک کو تھوڑی تھوڑی مٹھائی اپنے ہاتھوں تقسیم کی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی اس خوش بختی پر بعض دوسرے حضرات تمنا کرنے لگے کہ کاش ہماری مٹھائی حضرت اپنے ہاتھوں یوں تقسیم فرماتے اور اس طرح اظہار شفقت سے نوازتے

مولوی عبدالرحمٰن صاحب تازندگی معاشی پریشانیوں میں مبتلا رہے، خانگی حالات ہمیشہ ناسازگار رہے اس لئے آپ علمی کاموں کی طرف متوجہ نہ ہوسکے، اگر تعلیمی مشغلہ اختیار کیا ہوتا تو ملک کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہوتا۔ آخری عمر میں بینائی بھی کمزور ہوگئی تھی۔ آپ نہایت سادہ لوح، نیک طبع اور اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ کے مصداق تھے۔ یکشنبہ کے روز یکم ربیع الثانی

سنہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۷ جون ۱۹۷۰ء کو وفات پائی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ الرَّزَّاقُ الْغَفَّارُ
(۱۹۷۰ عیسوی)

نَوَّرَ مَرْقَدَهُ الْمُقْسِطُ الرَّشِيْدُ (۱۳۹۰ ہجری)۔ برخاک او دمادم ابر سلامتی باشد (۱۹۷۰ عیسوی) سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔

الحاج القاری محمد حنیف صاحب

محلہ بانسہ حافظ محمد یوسف بن الحاج عبد القادر صاحب کے آپ لڑکے تھے، سنہ ۱۳۱۳ھ مطابق سنہ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں حاصل کی پھر مظاہر علوم سہارنپور جاکر قاری عبد العزیز و قاری محمد سعید صاحبان سے فن تجوید و قرارت حاصل کیا، مظاہر علوم کے قیام میں حضرت مولانا تھانویؒ سے بیعت کی اور اصلاح نفس کے لئے خانقاہ تھانہ بھون جاتے رہتے، وہاں قیام بھی کرتے۔

ایک مرتبہ مولانا تھانویؒ کے خطوط حوالہ ڈاک کرنے کے لئے الگ رکھے ہوئے تھے ان ہی میں آپ نے بھی اپنا ایک خط چپکے سے ملادیا کہ میرا خط بھی بآسانی سپرد ڈاک ہوجائیگا۔ یہ بات حضرت تھانویؒ کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا کہ تمھاری گستاخی کو اس لئے معاف کردیتا ہوں کہ تمھارے بھائی قاری عبد الکریم بہت ہی نیک تھے۔ آپ بھی اپنے مکان پر لوجہ اللہ قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے۔ مکان ایک مدرسہ کی حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ آپ کے بڑے بھائی قاری عبد الکریم صاحب کھنڈا سے خانقاہ تھانہ بھون وغیرہ کہیں جاتے تو ان کی جگہ پر کھنڈا میں آپ تعلیم دیتے۔ مسجد محلہ کی امامت ایک عرصہ تک آپ ہی کے سپرد تھی۔ کچھ دنوں مسجد کے متولی بھی رہے اس وقت آپ نے مسجد میں کافی توسیع اور ضروری ترمیم کی، پیشاب خانہ پچھم سے ہٹاکر پورب جانب کیا، دو غسل خانے تعمیر کرائے، کنوئیں کا آدھا حصہ مسجد سے باہر تھا اس کو مسجد کے فرش پر کردیا۔ مسجد سے اتر کا راستہ جو کنوئیں سے ملکر گلی میں جاتا تھا اس کو بند کردیا، اس کے پاس کی کوٹھری

زمین خرید کر اتنی توسیع کر دی کہ پورب جانب پیشاب خانہ، غسل خانہ، وضوخانہ کے لئے بآسانی جگہ نکل آئی۔ آپ کی اس توسیع کے بعد سے ابتک مزید کوئی توسیع نہیں ہوئی ہے اگرچہ کئی بار مسجد میں جزوی تعمیر و ترمیم ضرور ہوئی ہے۔ اپنے انتقال سے قبل مسجد کے لئے اتنے لوٹے منگوا دیئے تھے جو پانچ سات برس کے لئے کافی ہوسکیں۔

گرمی و سردی ہر موسم میں شب و روز مسجد ہی میں رہتے تھے۔ جوانی کے وقت ہی سے رمضان شریف کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا معمول تھا، اندازہ ہے کہ متواتر پچپن برس اعتکاف کی سنت پر عامل رہے۔ رشتہ داروں کی خبرگیری بہت کرتے تھے، دور نزدیک کے ہر رشتہ کو استوار رکھتے۔ حتی المقدور حاجتمندوں کی امداد کرتے، اگر کوئی زیادہ حاجتمند ہوتا تو اس کے لئے چندہ کر دیتے۔ مدرسہ معروفیہ کی مجلس شوریٰ کے رُکن تھے، اس مدرسہ کے لئے سالانہ چندہ اپنے محلہ میں تا زندگی آپ ہی کرتے رہے۔ ہر دینی و تبلیغی اجتماع اور مجالسِ وعظ میں ضرور شرکت فرماتے تھے۔ دینی کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھتے۔ مظاہر علوم سہارنپور سے مولانا عاشق الٰہی صاحب کے ترجمہ کا کلام پاک آپ کو انعام میں ملا تھا، اسی میں تلاوت کیا کرتے اور اس کا ترجمہ دیکھتے رہتے تھے اس طرح بہت سی معلومات ہوگئی تھیں جنھیں اپنی مجلس میں سنایا کرتے تھے۔

فتنہ و فساد اور جھگڑے و اختلاف سے بہت دور رہتے تھے اور فریقین میں مصالحت کی پوری جد و جہد کرتے رہتے تھے۔ بنوٹ کے فن میں بھی اچھی خاصی معلومات رکھتے تھے، ایک پتلی چھڑی لیکر جہاں چاہتے بے خوف و خطر چلے جاتے اور راتوں رات جنگل و بیابان کی وادی قطع کر ڈالتے۔ ایک بار ایک دینی جلسہ میں ولید پور جا رہے تھے، احقر بھی ہمراہ تھا۔ میدان میں ایک وحشی گائے حملہ آور ہوئی، چھڑی سے اُسے ہر چند دفع کرتے رہے مگر وہ آگے بڑھتی جا رہی

تھی یہانتک کہ اس نے اپنی سینگیں آپ کی رانوں کے درمیان ڈالدی، آپ حواس باختہ نہیں ہوئے بلکہ صفائی سے پیچھے ہٹ کر چھڑی کی نوک اسکی ناک میں گھُسادی اور زور سے اوپر کو تان دیا، اب وہ گائے سخت پریشان، آپ کے ہاتھ میں اس طرح پھنس گئی کہ ہرچند بھاگنا چاہتی ہے مگر آپ کی گرفت سے باہر نہیں ہو پاتی، جب آپ نے گرفت ڈھیلی کی تو وہ بہت تیزی سے جنگل میں بھاگ نکلی، ہمّت اتنی تھی کہ بڑے بڑے سانپ کو معمولی چھڑی سے مار دیا کرتے تھے۔

۱۵ر شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس سال پورہ معروف سے بیالیس۴۲ حجاج کا قافلہ تھا۔ زیارت حرمین شریفین کے بعد یکشنبہ ۱۲ر صفر ۱۳۶۷ھ کو مکان پر واپسی ہوئی۔

وسط ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ میں مسجد کے اندر آپ پر فالج کا حملہ ہوا، گھر پر لائے گئے، مسلسل پانچ ماہ صاحب فراش تھے، تیمم کر کے چارپائی پر نماز ادا کرتے، سرہانے تسبیح رہتی جسے تنہائی میں پڑھتے رہتے، ابتداء مرض میں جو لوگ ملنے آتے اُن سے بہت خندہ پیشانی سے ملتے اور دیر تک باتیں کرتے رہتے مگر آخر مرض میں اللہ سے تعلق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ لوگوں سے ملنا جُلنا بند کر دیا جو کوئی ملنے جاتا خواہ گھر ہی کا کوئی شخص ہو اسے معمولی سلام وکلام کے بعد فوراً واپس کر دیتے اور خود یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔

۸۰ سال کی عمر میں ۱۵ر ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۷۱ء کو اول شب میں وفات پائی۔ موت کے وقت بے چینی کا کوئی اثر نہیں پایا گیا، ایسا معلوم ہوا کہ خوشی خوشی رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ دوسرے روز پنجشنبہ کو بعد نماز ظہر مقبرہ پورہ معروف میں بڑی پکڑ کے پچھم سپرد خاک کئے گئے۔

آئندہ صفحہ پر مذکورہ مادوں سے احقر نے سال رحلت برآمد کیا، ملاحظہ ہو:-

باشکیبائے غمی۔ الحاج القاری محمد حنیف المعروفی یرحمہ اللہ۔ لیغفر اللہ لہ
۱۳۹۱ھ ۱۳۹۱ھ ۱۳۹۱ھ

بردمضجعہٗ الحبیب العلیم۔ خوش رفت دیار نعیم۔ بر خاک او دمبدم ابر سلامتی باشد ۵
۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء ۱۹۷۱ء

سایۂ فضل و رحمت ہو رحمان کا قبر میں بارش عیش ہو دم بہ دم
۱۹۷۱ء ۱۳۹۱ھ

حاجی محمد محمود صاحب

پورہ معروف محلہ بانسہ کے آپ بہت ہی مشہور و معروف شخص تھے، ابتدائی زندگی بہت ہی عسرت و تنگدستی میں گذری پھر اللہ کے فضل سے مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوئی کہ آپ کے زمانہ میں مسلمانان پورہ معروف کے اندر آپ جیسا دولت مند کوئی بھی نہ رہا۔ ہنڈلوم کے بہت سے کارخانے چلوانے لگے، عمدہ دیسی شکر کا کارخانہ بھی ایک عرصہ تک آپ کے یہاں چلتا رہا۔ ابتدائی تنگدستی کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن تجربہ کاری اور معاملات میں سوجھ بوجھ بہت ہی پختہ رکھتے تھے، پنچائتوں میں بلائے جاتے، آپ کی رائے وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی۔ آپ کے یہاں مکانات کی تعمیر اکثر ہوا کرتی تھی جس میں مزدوروں کی نگرانی خود کرتے، جفاکش اتنے تھے کہ کئی مزدور کا کام تنہا انجام دیتے جس کی وجہ سے آپ کے یہاں مزدور کام میں کوتاہی نہیں کر پاتے تھے۔ مدرسہ معروفیہ کی قدیم تعمیر میں مٹی اٹھانے کا جو کام آپ نے کیا دوسرے نہ کر سکے۔

دینی جذبہ آپ کے اندر بہت تھا، صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے، چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۳ر شوال ۱۳۴۴ھ کو مکان سے روانہ ہوئے اور ۲ر صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ر اگست ۱۹۲۶ء کو واپس ہوئے، اس سال پورہ معروف کے حجاج

کا قافلہ بیالیس افراد پر مشتمل تھا۔ دوسری بار ۵ار شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو روانگی اور اوائل صفر ۱۳۶۷ھ مطابق ۶ر جنوری ۱۹۴۸ء کو واپسی ہوئی، اتفاق سے اس سال بھی پورہ معروف کے حجاج بیالیس ہی کی تعداد میں تھے، تیسری بار ۲۶ر شوال ۱۳۷۱ھ کو روانگی اور چہار شنبہ ۱۶ر صفر ۱۳۷۲ھ کو واپسی ہوئی، چوتھی بار یوم جمعہ ۵ر شوال ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء کو سفر حج کیا، اس بار پورہ معروف کے حجاج بارہ افراد پر مشتمل تھے۔

ان سب اوصاف کے ساتھ آپ کا خیال تھا کہ اپنی زندگی میں صدقہ جاریہ کے طور پر کوئی ایسا کام کر جاؤں جو میرے لئے سرمایۂ آخرت ہو، اس کے لئے اپنے مکان سے متصل اپنے مکمل خرچ سے ایک عالیشان وسیع مسجد تعمیر کرادی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مسجد سے متصل ایک اچھا خاصا مدرسہ بنوادیا جو سراج العلوم کے نام سے موسوم ہے، آپ ہی کا خاندان اس مدرسہ کو چلاتا بھی ہے، یوم جمعہ بعد نماز مغرب ۲ر صفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۹ر مارچ ۱۹۷۳ء کو وفات ہوئی دوسرے روز بعد ظہر بہت کثیر مجمع میں تدفین عمل میں آئی۔ سو برس سے زیادہ عمر تھی، کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ اور رفتہ خوش دار نعیم۔ ۱۹۷۳ء

برد مضجعہ المجید العلیم سے سال وفات نکلتا ہے۔ ۱۳۹۳ھ

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب

عبدالشکور صاحب محلہ چندنپورہ کوپاگنج کے آپ لڑکے تھے، ابتدائی تعلیم مصباح العلوم کوپاگنج میں مولانا عبدالصمد صاحب کوپاگنجی متوفی رمضان ۱۳۸۵ھ اور مولانا عظیم اللہ صاحب کوپاگنجی متوفی رجب ۱۳۹۰ھ سے حاصل کی، یہ اس وقت کی بات ہے جب مدرسہ کا نام مصباح العلوم تجویز نہ ہوا تھا اور تعلیم بھی اس جگہ پر ہوتی تھی جہاں اس وقت مدرسہ جامع العلوم واقع ہے اس کے بعد بغرض تحصیل علم احیاء العلوم مبارکپور میں دو سال رہے پھر دارالعلوم دیوبند

پہنچے اور ایک سال وہاں زیر تعلیم رہے دوسرے سال بھی دیوبند جانا طے تھا مگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے وہاں نہ جاسکے اور کچھ دنوں کے بعد جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی، اس وقت حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب متوفی ۱۲ر صفر ۱۳۹۲ھ اور حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب متوفی ۱۳۹۵ھ جامعہ قاسمیہ کے مایۂ ناز اساتذہ میں سے تھے اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ اس کے مہتمم تھے۔ آپ کا سال فراغت ۱۳۵۸ھ ۱۹۳۹ء ہے، قاضی اطہر صاحب مبارکپوری مراد آباد میں بعض کتابوں میں آپ کے ساتھی تھے اور آپ کی فراغت کے ایک سال کے بعد جامعہ قاسمیہ مراد آباد سے قاضی اطہر صاحب ۱۳۵۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

قاضی صاحب کا بیان ہے کہ متعلمی کے دور میں مولانا عبدالرؤف صاحب بہت زندہ دل اور رنگین طبیعت تھے لیکن فراغت کے بعد جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری متوفی ۱۲ر شعبان ۱۳۸۷ھ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو طبیعت کی ساری رنگینیاں کافور ہوگئیں۔ کچھ دنوں تک کانگریس اور جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے سیاسی کاموں میں بھی حصہ لیا تھا پھر اس سے بالکل کنارہ کش ہوگئے، اس کے بعد مدرسہ مصباح العلوم کوپاگنج میں تقریباً تین برس تک اعزازی طور پر مدرسی کی پھر ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء سے مدرسہ اشاعت العلوم پورہ معروف میں مستقل طور سے مدرس رکھ لئے گئے اور تادم آخر یہیں مدرس رہے، درمیان میں تقریباً تین برس اشاعت العلوم کی مدرسی ترک کرکے اپنے شیخ و مرشد کی صحبت میں فتحپور رہتے رہے، یہاں بھی آپ کا مشغلہ زیادہ تر تعلیمی ہی رہا، اسی زمانہ میں ایک سال کے قریب وصیۃ العلوم کوپاگنج میں اعزازی طور پر مدرسی کی۔ اِدھر آپ کی عدم موجودگی میں اشاعت العلوم کے اندر ایسا خلا محسوس ہورہا تھا

جو بغیر آپ کے بظاہر پُر ہونے والا نظر نہیں آرہا تھا اس لئے پورہ معروف کے لوگوں نے باصرار دوبارہ صدر المدرسین اشاعت العلوم کے عُہدہ پر آپ کو بُلا لیا، پھر آپ نے یہیں مستقل اقامت اختیار کرلی، نئی بستی موضع پارہ میں زمین خرید کر اپنا مکان بنوا لیا، مکان کے قریب مسلمانانِ پورہ معروف کے تعاون سے ایک مسجد تعمیر کرایا۔

چھوٹا بڑا جو کام اپنے ذمہ لیتے اس کو مکمل کر کے چین لیتے، بہت جفاکش اور محنتی تھے اوقات کی پابندی کا بہت اہتمام کرتے تھے، فرصت کے اوقات میں گھر کا کام بھی بہت زیادہ کیا کرتے تھے، تقویٰ و طہارت میں بے مثال تھے، سادگی اور بے تکلفی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، ہر شخص پر یکساں آپ کا رُعب غالب رہتا تھا، طلبہ و مدرسین آپ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے، جب مدرسہ میں آجاتے تو سناٹا ہوجاتا تھا، اپنے ماتحتوں پر بہت کڑی نگرانی رکھتے تھے، خلافِ شرع امور پر سخت برہم ہوجاتے تھے، زبان میں قدرے لکنت تھی اس وجہ سے بہت عمدہ انداز میں تقریر نہیں کرسکتے تھے بایں ہمہ آپ کے خلوص و سچائی نے وہ کام کیا جو اچھے اچھے مقرر نہیں کرسکے۔ کم وبیش ۲۷ ستائیس برس اشاعت العلوم میں تدریسی خدمت انجام دی۔ آپ کے شاگردوں میں اچھے اچھے اہل علم پیدا ہوئے جو مختلف اداروں میں تعلیمی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

یکشنبہ ۲۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۷۳ء کو آپ کی وفات ہوئی، بعد ظہر انسانوں کے زبردست ازدحام میں مدرسہ اشاعت العلوم کے جانب مغرب مقبرہ پارہ میں سپرد خاک کئے گئے، تقریباً ساٹھ برس عمر تھی۔

احقر سے کہا گیا کہ آپ کی قبر پر کتبہ لگانے کے لئے کچھ تاریخی مادے کہے احقر نے آئندہ صفحہ پر مولانا مرحوم کا سال رحلت ان مادوں سے برآمد کیا، ملاحظہ فرمائیں:۔

لوحِ احسن با تواریخ

۱۳۹۳ھ

قبرِ مولانا عبدالرّؤف صاحب رحمۃ الباقی :- ۱۳۹۳ھ

وفاتِ مولوی عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ :- ۱۳۹۳ھ

برخاکِ ارشدہٖ دمبدم ابرِ سلامتی :- ۱۹۷۳ء

بحرفہم صدر المدرسین اشاعت العلوم :- ۱۹۷۳ء

برّدْ مضجعہٗ المجید العلیم :- ۱۳۹۳ھ

بر لبِ محمد عثمان معروفی :- ۱۳۹۳ھ

بائیس ۲۲ تھی جولائی اکیس ۲۱ جمادی الاخری ، اتوار کو لیا اس حق گو نے راہ عقبےٰ

الحاج الحافظ عبد القادر صاحب

عبدالوہاب صاحب محلہ پرانا پورہ کے آپ لڑکے ہیں۔ مسجد پرانا پورہ سے متصل تعلیم قرآن کے لئے جو مدرسہ تھا اور جس میں بہت ہی اچھے پیمانہ پر حفظ و ناظرہ کی تعلیم ہوتی تھی، حافظ محمد فاضل صاحب سردار اسی مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ان کے بعد کریم الدین پورگسوسی کے حافظ امانت اللہ صاحب مدرس بنائے گئے جن کی ماہانہ تنخواہ اس وقت دو روپئے تھی اور حافظ فاضل صاحب مدرسہ کے سرپرست و نگراں تھے، گاہے گاہے بچوں کو پڑھایا بھی کرتے تھے، اسی زمانہ میں حافظ عبدالقادر صاحب نے اس مدرسہ میں قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ کے اصل استاذ حافظ امانت اللہ صاحب تھے

جو بہت ہی نیک اور زبردست عامل تھے، آسیب وغیرہ کے دفع کرنے میں بہت ہی ماہر تھے حافظ محمد فاضل صاحب بھی آپ کے استاذ تھے کیونکہ وہ حافظ امانت اللہ صاحب کی عدم موجودگی میں یا کبھی کبھی موجود ہوتے ہوئے بھی بچوں کو پڑھاتے رہتے تھے۔

حفظ قرآن سے فراغت کے بعد فارسی وعربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مولانا محمد محمود صاحب کے ہمراہ احیاء العلوم مبارکپور جانا طے ہوا، مولانا اس وقت احیاء العلوم میں مدرس تھے لیکن اچانک طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس میں آپ کی والدہ اور چار بھائی انتقال کر گئے جس کی وجہ سے سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ حافظ قرآن ہونے کے بعد ہی سے اپنے مکان پر پورہ معروف کے بچوں کو آپ نے تعلیم دینا شروع کر دیا اور مکان اچھا خاصا مدرسہ بن گیا، جس میں ہر ایک محلہ کے لڑکے کھنچ کر آنے لگے۔ آپ کے پڑھائے ہوئے حفاظ بکثرت تمام محلوں میں موجود ہیں۔ حضرت مولانا عبد الستار صاحب، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اور قاری ظہیر الدین صاحب وغیرہ نے قرآن کریم کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی۔

۱۳ شوال ۱۳۴۴ھ کو پہلی بار نوجوانی کے عالم میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، جس سال پورہ معروف سے بیالیس حجاج ہمراہ تھے ۲ صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۲۶ء بروز پنجشنبہ سفر حج سے واپس ہوئے پھر دوبارہ ۵ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء بروز جمعہ روانہ ہوئے، اس سال پورہ معروف کے حجاج بارہ افراد پر مشتمل تھے۔

آپ ابھی حیات ہیں، اس وقت یعنی ۱۳۹۶ھ میں آپ کی عمر تقریباً نوے برس ہوگی، ضعف پیری مسلط ہے پھر بھی ابھی آپ کو چلنے پھرنے میں چنداں دشواری نہیں پیش آتی۔

حضرت الحاج شیخ الحدیث مولانا عبدالستار صاحب

نیا پورہ حاجی عبدالرشید صاحب کے آپ لڑکے ہیں، ابتدائی تعلیم مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں مولانا نعمت اللہ صاحب مبارکپوری سے حاصل کی، مولانا نعمت اللہ صاحب نے مدرسہ معروفیہ میں ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۳۷ھ تک سات برس تعلیم دی، ان کے ہٹ جانے کے بعد ابھی کوئی دوسرا مدرس نہ آسکا تھا تو چند ماہ حکیم مولانا محمد محمود صاحب معروفی سے بھی پڑھا، اس کے بعد مصباح العلوم کوپا گنج میں مولانا عظیم اللہ صاحب کوپا گنجی متوفی رجب ۱۳۶۰ھ سے بطرز مخصوص شرح جامی پڑھی جو طرز نہ دارالعلوم دیوبند میں ملا نہ مظاہر علوم سہارنپور میں۔ پھر احیاء العلوم مبارکپور میں اس کے بعد دارالعلوم مئو میں تعلیم پائی یہاں سے مظاہر علوم سہارنپور بغرض تحصیل علم چند سال رہے اور یہیں سے غالباً ۱۳۴۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، فراغت کے بعد بھی فنون کی تکمیل کے لئے مظاہر علوم گئے۔

ابوداؤد شریف شیخ وقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے اور ترمذی و مسلم شریف حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوریؒ سے پڑھی، بقیہ کتب تفسیر، حدیث، عقائد، اصول فقہ مثلاً توضیح تلویح، مسلم الثبوت، اقلیدس، شرح چغمینی وغیرہ مذکورہ حضرات اور دیگر مایۂ ناز اساتذہ سے پڑھیں اور ریاست مینڈھو جاکر کتب منطق و فلسفہ خیرآبادی حضرات سے پڑھیں، اسی طرح گلاوٹھی میں ایک صاحب کی بہت تعریف سنکر ان سے پڑھنے کے لئے گئے، مگر انھیں صاحب فراش پاکر واپس چلے آئے۔

ہدایہ ایک بار حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ متوفی شعبان ۱۳۸۶ھ سے اور دوبارہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب سے پڑھی۔ اصول فقہ حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی سے پڑھا جن کا درس ناقدانہ ہوا کرتا تھا جو مشکل جزئیات کے فرق میں اصول ہی

سے کام لیتے تھے اور بیان فرق میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

تحصیل علم کے بعد سب سے پہلے دارالعلوم مئو میں مدرس ہوئے اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ہریا بھٹنی ضلع دیوریا میں ایک عرصہ تک تدریسی خدمت انجام دی، ضلع دیوریا میں چند مدارس بھی قائم کیا جو کسی نہ کسی حال میں ابتک چل رہے ہیں بجز ایک مدرسہ کے، ضلع دیوریا میں بضرورت مدرسہ آپ کو مطب بھی کرنا پڑا اور بہت کامیاب مطب چلا، آپنے باقائدہ طب بھی پڑھی ہے اور ایک ماہر رجسٹرڈ طبیب بھی ہیں، دیوریا سے ہٹنے کے بعد پھر کہیں یہ سلسلہ نہیں قائم کیا۔ کچھ دنوں مکان پر رہے۔ ۱۳۶۴ھ سے ۱۳۶۷ھ تک مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں صدر المدرسین رہے، اس زمانہ میں مدرسہ کا تعلیمی معیار بہت بلند تھا، آپ کے پڑھائے ہوئے لڑکوں کو خود ممتحن انعام دینے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ ایک بار سالانہ امتحان کے موقع پر راقم الحروف بھی وہاں موجود تھا، مولانا محمد عمر صاحب مبارکپوری مدظلہ، مولوی زین العابدین معروفی اور مولوی محمد یونس اسلام آبادی وغیرہ کا کافیہ کا امتحان لے رہے تھے جس میں اتنا خوش ہوئے کہ اپنی جیب سے بطور انعام ایک رقم مرحمت کی۔ احقر نے ۱۳۶۶ھ میں چار ماہ جبکہ والد محترم سفر حج میں تھے تو جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف کا ابتدائی حصہ یہاں پر آپ ہی سے پڑھا مدرسہ معروفیہ کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم پارہ میں آپ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے پھر مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں عرصہ دراز تک صدر المدرسین و شیخ الحدیث رہے یہانتک کہ آپ نے یہیں اقامت اختیار کر لی مگر کسی وجہ سے بیت العلوم کی مدرسی ترک کر دی اور حضرت علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ و محدث جلیل حضرت مولانا اعظمی صاحبان کے مشورہ اور حضرت مولانا فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دارالعلوم امدادیہ بمبئی کی مدرسی قبول کر لی، اسی دوران آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور بمبئی کی مدرسی ترک ہو گئی، حج سے واپسی کے بعد ہی دارالعلوم ندوۃ العلماء

کے لئے گفتگو شروع ہو گئی اور حضرت مولانا علی میاں صاحب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شیخ الحدیث کے عہدہ پر بلا لیا تادمِ تحریر آپ یہیں درس حدیث دے رہے ہیں۔ آپ کا علمی رُعب و وقار پورے ندوہ پر چھایا ہوا ہے، وسعت علم کا یہ عالم ہے جیسے کوئی بحر زخار ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

مالیگاؤں اور بمبئی وغیرہ میں محکمۂ شرعیہ (شرعی پنچائت) کے ماتحت مقدمات اور قضاء کا کام بھی) آپ کو انجام دینے کا موقع ملا، بعض ایسے مقدمات بھی فیصل کرنے پڑے جن کی مسل داخلِ عدالت ہوئی اور حاکم کو آپ ہی کا فیصلہ برقرار رکھنا پڑا،

افتاء کا کام حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلیؒ کے حکم سے دارالعلوم مئو ہی سے آپ نے شروع کر دیا تھا، ان کا حکم تھا کہ آپ علیحدہ کاغذ پر پہلے جواب لکھ کر مجھے دکھلا لیا کریں جب کوئی جزئیہ نہ ملتا تو فرماتے کہ اس مسئلہ کا تعلق کن کن باتوں سے ہے ان کو دیکھئے اگر اس پر بھی ناکامی ہوتی تو مقام کی وضاحت فرما دیتے، اس طرح آپ نے کافی محنت کرکے مشق افتاء نویسی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بمبئی والے آپ کو مفتی اعظم مہاراشٹر لکھتے تھے اور آپ کے فتووں کو وہ مقام حاصل تھا کہ مالیگاؤں میں دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور کے فتوے کے باوجود اگر آپ کا فتویٰ نہ ہوتا تو پنچائت ملتوی کر دیجاتی۔

ترمذی شریف کی عربی شرح آپنے لکھی ہے جو عنقریب انشاء اللہ زیور طبع سے مزین ہو کر علمی دنیا میں اضافۂ معلومات کا سبب بنے گی، قرارت فاتحہ خلف الامام پر بھی ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جسے پورہ معروف، مئو، خیرآباد، سنبھل اور مالیگاؤں وغیرہ کے بہت سے علماء دیکھ اور سُن چکے ہیں، محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے بھی اس کا بہت سا حصہ دیکھکر توصیف و تحسین سے نوازا ہے۔ مولانا اعظمی صاحب

مدظلہ کی تصنیفات سے آپ نے بہت مدد لی ہے اور بہت سی کتب احادیث کی اجازت بھی آپ کو حضرت مولانا اعظمی دامت برکاتہم سے حاصل ہے، بعض دیگر حضرات سے بھی آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، آپ کی تالیفات میں کچھ اور کتابیں بھی ہیں جن کا علم بہت سے لوگوں کو نہیں ہے۔ بعض اہل علم کے اصرار کے باوجود آپ کی کتابیں ابھی طبع نہ ہوسکیں ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سلوک و تصوف میں آپ نے حضرت حکیم الامت کے حکم سے حضرت مولٰینا خلیل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت الحاج شیخ الحدیث مولانا عبد الجبار صاحب

نیا پورہ حاجی عبد الرشید صاحب کے آپ لڑکے ہیں، حافظ عبد القادر صاحب سے قرآن کریم پڑھکر مدرسہ معروفیہ میں حضرت مولانا عبد الحی صاحب مئوی متوفی ۱۳۶۲ھ سے شرح وقایہ تک تعلیم حاصل کی، حضرت استاذ محترم آپ کو بہت مانتے اور خاص خیال رکھتے تھے۔ پھر احیاء العلوم مبارکپور میں تقریباً سوا برس تعلیم حاصل کی، یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری رحمۃ متوفی ۱۳۸۷ھ، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب برئی پوری اور حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مبارکپوری متوفی ۱۳۶۱ھ قابل ذکر ہیں، موخر الذکر سے میبذی پڑھی جو احیاء العلوم کے مہتمم ہونے کے باوجود بعض اسباق پڑھاتے بھی تھے۔ بقیہ سال دار العلوم مئو میں رہ کر مولانا عبد اللطیف صاحب نعمانی

متوفی ۱۳۹۲ھ سے میر زاہد اور مولانا محمد صابر صاحب مئوی سے مشکوٰۃ شریف پڑھی، پھر مظاہر علوم سہارنپور میں جاکر مسلسل چار سال سلسلۂ تعلیم جاری رکھا اور یہیں سے ۱۳۴۷ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ مظاہر علوم کے اساتذہ میں مولانا اسعد اللہ صاحب سے شرح عقائد و مشکوٰۃ شریف، مولانا عبدالشکور صاحب پشاوریؒ سے حمد اللہ، قاضی مبارک اور جلالین شریف مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری پشاوریؒ خلیفۂ حضرت تھانویؒ سے شمس بازغہ، مسلم الثبوت، توضیح تلویح، طحاوی شریف اور ترمذی شریف۔ مولانا محمد منظور صاحب سہارنپوریؒ سے ہدایہ اخیرین اور مسلم شریف۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے ابوداؤد شریف اور بخاری شریف جلد اول کا اکثر حصہ۔ حافظ عبداللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر علوم متوفی یکم ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ سے بخاری شریف جلد اول کا ابتدائی حصہ اور جلد ثانی، شاطبیہ اور تیسیر۔ اور قاری عبدالعزیز صاحب سے مشق ترتیل اور جزری پڑھی۔ فراغت کے بعد ہی مظاہر علوم سہارنپور میں ایک سال تک معین مدرس بنا دیئے گئے اسی زمانہ کے ہردوئی کے مولانا ابرار الحق صاحب خلیفۂ حضرت تھانویؒ پنج گنج میں آپ کے شاگرد ہیں۔ اس سال آپ بیمار پڑ گئے، لوگوں کا مشورہ ہوا کہ تبدیل آب و ہوا ہونی چاہئے اس لئے مکان چلے آئے یہاں آپ کی ایک تقریر سے متاثر ہو کر ادری ضلع اعظم گڑھ کے کچھ لوگوں نے اپنے یہاں مدرس بنا دیا مگر چند ماہ کے بعد آپ ادری سے ہٹ گئے اور مدرسہ قاسم العلوم ہریا بھٹنی میں پڑھانے لگے۔ ہریا میں چھ برس مدرس رہے اور وہاں مشکوٰۃ و جلالین تک تعلیم دی، اور وہاں سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں بلائے گئے اور چھ برس کے قریب یہاں بھی تعلیم دی، یہاں پر حدیث شریف کی تقریباً سبھی کتابیں پڑھائیں جن میں بخاری شریف جلد اول، مسلم شریف اور ترمذی شریف خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ڈابھیل کے قیام میں آپ کی اہلیہ محترمہ علیل ہو گئیں جس کی وجہ سے تقریباً ڈھائی برس مکان پر رہے، ان ایام میں احیاء العلوم مبارکپور والوں نے باصرار اپنے یہاں مدرس رکھ لیا، یہ وہ

زمانہ تھا جبکہ راقم الحروف احیار العلوم میں پڑھ رہا تھا، احقر نے آپ سے ہدایہ اوّلین، ملاحسن، نخبۃ الفکر اور مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ اس دوران ڈابھیل سے آپ کو بلانے کے لئے خطوط اور ٹیلیگرام اور آدمی بھی آتے رہے، اِدھر آپ کی اہلیہ بھی رو بصحت ہوگئیں اس لئے احیار العلوم میں ڈھائی برس کے قریب مدرسی کر کے پھر ۱۳۶۷ھ میں آپ کو ڈابھیل جانا پڑا۔ جب ضلع کھیڑا کے کھڑال وغیرہ علاقوں میں فتنۂ ارتداد کی وبا پھیلی، کتنے آدمی مرتد ہوگئے اور لاکھوں مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو اکابر علماء بالخصوص مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی خلیفۂ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ وغیرہ کا مشورہ ہوا کہ اس علاقے میں اب آپ کے دورے اور مواعظ کی ضرورت ہے اس لئے جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڑا میں آپ بلائے گئے، سات برس تک وہاں تدریسی خدمت انجام دی، دن گذرتا بخاری شریف، ترمذی شریف اور جلالین شریف کے درس دینے میں اور رات میں تبلیغی دورہ ہوتا۔ آپ کے مواعظ و تبلیغ دین سے ضلع کھیڑا و بھڑوچ کے بہت سے علاقے بدعات و رسومات فاسدہ سے تائب ہوگئے۔ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں جب بمبئی کے اندر عظیم الشان تعلیمی کنونشن ہوا تھا اس وقت آپ کی تعلیمی و تبلیغی سرگرمیاں آنند اور اس کے اطراف میں جاری تھیں، پھر جب ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ مولانا فخر الدین احمد صاحب دارالعلوم دیوبند کے مستقل شیخ الحدیث بنا دیئے گئے اور جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں مولانا فخر الدین صاحب کے ہٹ جانے سے شیخ الحدیث کی جگہ خالی ہوگئی تو آپ کے پاس مراد آباد سے بکثرت خطوط پہنچے یہاں تک کہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے خطوط ٹیلیگرام بھی پہنچے، تو آپ نے مشورہ کے لئے شعبان کے آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں سہارنپور جانے کا ارادہ ظاہر کیا، جب مراد آباد والوں کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو مراد آباد سے آپ کے پاس

پھر ٹیلیگر پہنچا کہ مراد آباد ہوتے ہوئے آپ سہارنپور جائیں، آپ کے استقبال میں ایک وفد منتظر تھا جس کے سربراہ خود حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب تھے جنھوں نے بتاکید فرمایا کہ اب آپ کو یہیں کا مدرسہ سنبھالنا ہے۔ آپ نے اپنے شیخ محترم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے مشورہ پر معاملہ کو ٹالدیا جب حضرت شیخ سے مشورہ کیا تو انھوں نے استخارہ کرنے کو فرمایا، استخارہ میں مراد آباد کو ترجیح حاصل ہوئی۔ جب یہ بات آنند والوں کو معلوم ہوئی تو مختلف وفود آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر مہتمم مدرسے آپ کو کوئی تکلیف ہو تو آپ کی آسائش واقامت کی ساری ذمہ داری ہم لوگوں کے سر ہوگی مگر آپ کو آنند ہی رہنا ہوگا۔

اس وقت کا منظر عجیب تھا، آنند کے لوگ مولانا کو پکڑ کر روتے اور وہاں کی عورتیں مولانا کی اہلیہ کو پکڑ کر روتیں۔ آپ کا ہر ایک سے یہی جواب ہوتا کہ ہم کو آنند والوں سے کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ ہم مولانا فخر الدین احمد صاحب کے حکم کے سامنے مجبور ہیں۔ واپسی کے وقت رخصت کرنے والوں کے ہجوم سے آنند کا اسٹیشن بھرا ہوا تھا اور آنند سے بڑودہ تک رخصت کرنے والوں کا سلسلہ قائم تھا، بڑودہ میں ٹرین بدلتی تھی اس لئے وہاں بڑا زبردست ہجوم ہوا، لوگوں کی کیفیت ایسی تھی جو تحریر میں نہیں لائی جا سکتی۔ جب مستقل طور پر آپ مراد آباد آگئے تو ڈابھیل ضلع سابر کانٹھا سے نو افراد پر مشتمل ایک وفد آیا کہ گجرات میں آپ کی سخت ضرورت ہے لہذا آپ ہمارے مدرسے میں چلئے مگر مراد آباد والوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم مولانا کے راستہ میں بچھ جائیں گے مگر یہاں سے جانے نہ دیں گے۔ گجرات کے دیگر بہت سے مدارس نے آپ کو اپنے یہاں بلانے کی کوشش کی۔

اسی طرح "فلاح دارین" ترکیسر کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص نے آپ کے سفر افریقہ میں کہا کہ آپ "فلاح دارین" میں آجائیں آپ کے واسطے ایک شاندار بلڈنگ بنوا کر اس کا مالک آپ کو بنا دیا جائے گا، مزید براں دو ملازم، ایک کار موٹر اور اپنی زبان سے جو تنخواہ فرماویں وہ دی جائیگی۔

لیکن آپ نے اس سال اعزاز کی طرف رغبت نہ کر کے جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد ہی کو ترجیح دی، یہاں مستقل طور پر بخاری شریف آپ کے زیر درس رہتی ہے اس کے علاوہ مسلم شریف، ترمذی شریف اور بیضاوی شریف میں سے کبھی کبھی کوئی کتاب رہتی ہے، اور شاہی مسجد میں کلام پاک کا ترجمہ وتفسیر تقریباً ایک گھنٹہ مائک پر لوجہ اللہ بیان کرتے ہیں جس میں دور دور کے لوگ آکر شرکت کرتے ہیں یہ کام آپ سے پہلے با تنخواہ ہوا کرتا تھا مگر آپ نے اس کو لوجہ اللہ مستقل اپنے ذمہ لے لیا۔ تا دم تحریر آپ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد ہی کے شیخ الحدیث ہیں۔

تصوف وسلوک کے سلسلہ میں حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ کی خدمت میں بھی جاتے تھے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی خدمت میں بھی، اور آپ کا طبعی میلان حضرت شیخ الاسلامؒ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا تھا اور اس غرض سے آپ ٹانڈہ حضرت کی خانقاہ میں تشریف بھی لے گئے وہاں حضرت کی تقریر سے گھر کی ایک ایسی خامی سامنے آگئی جس کا دور کرنا بیعت کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوا اس لئے اس وقت توقف کیا اور دراصل بیعت کسی اور کے ہاتھ پر مقدر ہو چکی تھی۔ چنانچہ اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت کیا جبکہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ پڑھا رہے تھے اور جامعہ تعلیم الاسلام آنند کی مدرسی کے آخری زمانہ میں خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ خلافت عطا کرتے وقت حضرت شیخ نے مخصوص احباب کی مجلس میں اپنی ٹوپی آپ کو مرحمت فرمائی اس وقت آپ نے روتے ہوئے عرض کیا کہ میں نالائق ہوں تو حضرت شیخ نے تسلی دی۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ متوفی ۱۳۷۷ھ سے آپ کا بہت قرب تھا دینی اجتماعات واجلاس میں اکثر ساتھ ہو جاتا تھا تو حضرت مولانا آپ کو تقریر کرنے کا حکم دیدیتے اور خود مریدین و متوسلین کی اصلاح و رشد میں لگ جاتے اور ارادتمندوں کو بیعت فرماتے۔ قیام آنند کے زمانہ

میں ایک مرتبہ ریل گاڑی پر حضرت شیخ الاسلامؒ کا ساتھ ہو گیا، مولانا اسعد صاحب اور مولانا بایزید صاحب حضرتؒ کا پاؤں دبا رہے تھے۔ آپ نے بھی بدن دبانے کے لئے اپنا ہاتھ لگا دیا حضرت نے فرمایا کہ آپ نہیں! آپ نے عرض کیا کہ مجھے خوب بدن دبانا آتا ہے! حضرت نے فرمایا، بدن دبانا تو میں جانتا ہوں، حضرت شیخ الہندؒ کا بدن دبانے اور تیل مالش کرنے کے لئے میں فلاں فلاں جگہ سیکھنے گیا۔ ہاتھ بڑھایئے میں دبانا سکھادوں۔ آپ نے ہاتھ سکوڑ لیا تو حضرت نے پکڑ لیا، آپ نے عرض کیا کہ اس سے میری بخشش ہو جائے گی، حضرت نے فرمایا کہ یہی جواب مولانا محمد یحییٰ صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کو دیا تھا۔ اس پر آپ نے الحمدللہ کہا۔ جب ایک ہاتھ دبا چکے تو فرمایا کہ دوسرا ہاتھ لایئے، آپ نے عرض کیا کہ حضرت بہت گستاخی ہوگی، فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا اس کا قاعدہ اور ہے دوسرے ہاتھ کا اور، دوسرا ہاتھ دبا کر فرمایا کہ لیٹ جایئے کمر دبا دوں تو چپکے سے آپ دور ہٹ گئے

ایک بار حضرت شیخ الاسلامؒ گھوسی اعظم گڑھ ایک جلسہ میں مدعو تھے، تقریر کے بعد قیام گاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے عرض کیا کہ حضرت! میرے دو لڑکوں کا نکاح پڑھا دیں حضرت نے استفسار فرمایا کہ کب اور کہاں؟ آپ نے عرض کیا کہ اگلے روز جہاں جلسہ ہے، دوسرے روز کوپا گنج ایک دینی جلسہ میں حضرت مدعو تھے یہیں آپ کے دو لڑکے مولوی عبدالباریؒ مولوی محفوظ الرحمٰن کا نکاح حضرت نے سادگی سے پڑھایا۔ نکاح سے پہلے حضرت نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کی والدہ نہیں ہیں، آپ نے جواب دیا کہ نہیں اور اگر ہوتیں تو بھی میرے فعل سے ناخوش نہ ہوتیں اور میرے معاملات میں مداخلت نہ کرتیں، یہ سنکر حضرتؒ بہت مسرور ہوئے۔ اسی طرح آپ نے اپنے سارے بچوں اور بچیوں کا نکاح نہایت سادگی سے کیا۔

اللہ نے آپ کو بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کی دولت کے ساتھ ساتھ رعب و جلال کی صفت سے بھی نوازا ہے ایک مرتبہ ۱۳۷۱ھ کے لگ بھگ رمضان شریف میں حضرت

شیخ الاسلامؒ کی صحبت میں ٹانڈہ تشریف لیجا رہے تھے، آپ کے ہمراہ راقم الحروف اور مولوی امانت اللہ صاحب وغیرہ چند آدمی تھے، گاڑی آنے میں دیر تھی، کھوریٹ اسٹیشن کے ایک جانب آپ نے تہجد کی نماز شروع کردی اس کے بعد سحری کھا رہے تھے کہ ٹرین کی روشنی نظر آگئی ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ برتن اور سامان سمیٹ کر لاؤ اور خود جلدی سے ٹکٹ لینے کے لئے پہنچے، ٹکٹ ماسٹر کھڑکی بند کر رہا تھا اس نے کہا کہ قانوناً ٹکٹ دینے کا وقت ختم ہوگیا اس لئے اب ٹکٹ نہیں ملے گا، آپ نے فرمایا کہ قانون تم ہی نہیں جانتے ہو، میں بھی قانون جانتا ہوں، اب میں تم سے ٹکٹ نہیں مانگوں گا لیکن اگلی ٹرین آتے آتے دیکھ لوگے کہ تمھارا کیا انجام ہوگا جس کو میں قبل از وقت بتانا نہیں چاہتا یہ کہہ کر وہیں دروازہ کے پاس اپنا بڑا سا رومال بچھایا، چھڑی رکھی اور رومال پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگے۔ ٹکٹ ماسٹر بیحد خائف و مرعوب ہوگیا کہ اگلی ٹرین آتے آتے آپ کے عمل سے خدا جانے میرا کیا انجام ہوگا؟ اب وہ نہایت ادب سے کہہ رہا ہے کہ مولانا آپ خفا نہ ہوں، اندر سے ٹکٹ لایا اور وہیں مولانا کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ٹکٹ لیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تم اپنے اوپر احسان کر رہے ہو ہم پر تمھارا کوئی احسان نہیں ہے پھر جونہی ٹرین پر سوار ہوئے گاڑی چل پڑی۔

ٹانڈہ پہنچے، سخت گرمی کا موسم تھا، کسی نے حضرت شیخ الاسلامؒ کو پنکھا جھل دیا، حضرت نے فرمایا کہ یہاں بہت سے اہل علم موجود ہیں ان میں کچھ شیخ الحدیث بھی ہیں (اشارہ آپ کی طرف تھا) یہ حضرات بتائیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا کیوں نہیں جھلا گیا جبکہ صحابۂ کرام آپؐ پر جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے، آپ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے پھر آپؐ کو پنکھا جھل کے کیوں نہیں آرام پہونچایا جبکہ ملکِ عرب کی سخت گرمی اور لو مشہور ہے اور اگر آپ کو پنکھا جھلا گیا ہے تو اس کو ثابت کیا جائے خواہ کسی ضعیف حدیث ہی سے ہو، اس سلسلہ میں

کیوں نہیں کوئی حدیث وارد ہے؟ جبکہ آپؐ کے ادنیٰ سے ادنیٰ حالات حتیٰ کہ پیشاب و پاخانہ تک کی روایتیں مذکور ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب نے کچھ دیر غور کرکے اعلام واقدی کے حوالہ سے بتلایا کہ ایک عیسائی پہلوان کو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دامن سے پنکھا جھلا ہے جبکہ وہ آپ کو قتل کرنے آیا تھا لیکن آپ کے رعب سے غش کھا کے گر پڑا تھا، تو جب ایک غیر مسلم کو اس طرح آرام دیا گیا ہے تو اپنے بزرگوں کو پنکھا جھل کر بدرجۂ اولیٰ آرام پہنچایا جا سکتا ہے!

حضرتؒ نے فرمایا کہ آنحضورؐ کو پنکھا جھلنے کی صحابۂ کرام سے کوئی روایت کیوں نہیں منقول ہے؟ پھر فرمایا کہ مذہب اسلام آرام پسندی کی تعلیم نہیں دیتا، روحِ اسلام یہ ہے کہ مسلمان آرام طلب نہ ہو بلکہ جفاکش اور مجاہد ہو تاکہ جہاد میں مصائب و شدائد کیوقت صابر و ثابت قدم رہے

آپ جب پورہ معروف اپنے مکان پر تشریف لاتے ہیں تو عقیدتمندوں کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہو جاتا ہے، بعد نماز عصر روزانہ اپنی مجلس میں پند و نصائح بیان فرماتے ہیں جس میں عوام کے علاوہ اہل علم بھی شریک ہوتے ہیں، اسی طرح پورہ معروف میں جب بھی آپ کے وعظ و تقریر کا اعلان ہو جاتا ہے تو اندازہ سے زیادہ مجمع ہوتا ہے، یہ بات کسی اور مقامی عالم کی تقریر میں نہیں ہوتی۔ ابتک چھ (۶) بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں، بغرض تبلیغ چار بار افریقہ کا سفر کر چکے ہیں۔ تبلیغی کاموں سے بہت دلچسپی ہے اس کے اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کے وعظ و تبلیغ سے مسلمانوں کو بہت نفع پہنچ رہا ہے۔

گجرات میں ایک مقام پر داڑھی منڈانے کی خرابی اور اس کے بڑھانے کے فوائد پر تقریر کی جس سے متاثر ہو کر ایک سو بیس آدمیوں نے اپنے چہروں پر داڑھیاں رکھ لیں، پھر وہاں آپکو دعوت دی گئی کہ اپنی تقریر کا اثر آکر دیکھ لیں، اس طرح کے آپکے کارنامے بیشمار ہیں جن کے

لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی صحبت میں خانقاہ سہارنپور میں اکثر سال رمضان شریف کے اوقات گذارنے کا معمول ہے

آپ سے بہت سی کرامتیں بھی ظہور پذیر ہوئیں، ٹرین کا آپ کے انتظار میں تاخیر کرنا اور آپ کے سوار ہوتے ہی چل پڑنے کا واقعہ چند بار پیش آیا، جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ مطابق مئی ۱۹۷۵ء میں حمید پور ضلع اعظم گڈھ میں آپ ایک دینی جلسہ میں مدعو تھے، جلسہ کے بعد بذریعہ ٹیکسی آپ کو پورہ معروف واپس آنا تھا۔ ندواسرائے کے ایک غیر مسلم تیلی کی ٹیکسی چالیس روپیہ کرایہ پر طے ہوئی، آپ جب سوار ہوئے تو ٹیکسی کا مالک مُکر گیا اور کہنے لگا کہ ہماری گاڑی کچھ خراب ہے، چل نہیں رہی ہے حالانکہ کوئی خرابی نہیں تھی اور بدستور سابق چل رہی تھی۔ گاڑی کے مالک سے ہر چند اصرار کیا گیا بجائے چالیس کے پچاس روپئے کی پیشکش کی گئی مگر وہ یہی کہے جا رہا ہے کہ ہم کیسے چلیں؟ جبکہ ہماری گاڑی ہی نہیں چل رہی ہے۔ اس کی اس حرکت سے آپ کو سخت تکلیف پہنچی اور وقت بھی بہت ضائع ہوا، آپ کی زبان سے اس وقت نکل گیا کہ اچھا تو اب نہیں چلے گی تم نے میرا بہت وقت ضائع کیا یہ فرما کر بذریعہ رکشہ پورہ معروف تشریف لائے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ٹیکسی آج تک وہیں کھڑی ہے، اس کے چلانے کی ہزار کوشش کی گئی مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی۔ گاڑی چلانے والوں کا بیان ہے کہ گاڑی میں بظاہر کوئی خرابی نہیں ہے۔

خواب میں بارہا آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔

حضرت الحافظ القاری ظہیر الدین صاحب

محلہ بانسہ حافظ رحیم بخش صاحب متوفی ۱۳۳۳ھ کے آپ لڑکے ہیں، شب سہ شنبہ ۱۴ محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ چودہ برس کی عمر میں اوائل شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق فروری ۱۹۲۷ء میں حافظ عبد القادر صاحب معروفی سے قرآن کریم

حفظ کیا اس کے بعد ۴ ر شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۷ راپریل ۱۹۲۷ء کو مدرسہ معروفیہ میں داخل ہوکر فارسی کی تمامتر تعلیم حضرت مولانا محمد شبلی صاحب شیدا خیرآبادی سے حاصل کی پھر اسی مدرسہ میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب مئویؒ سے کافیہ، قدوری، نفحۃ الیمن اور مرقات وغیرہ پڑھیں یہاں سے پھر دارالعلوم مئو میں ۱۰ ر شوال ۱۳۵۱ھ سے نصف شعبان ۱۳۵۴ھ تک تین سال رہکر ہدایہ تک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت قاری ریاست علی صاحب متوفی ۴ ر ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ سے قرارت بروایت حفصؒ کی تکمیل کی اور اس کے ساتھ خلاصۃ التجوید، تحفۃ الاطفال اور مقدمہ جزریہ پڑھیں۔ دارالعلوم مئو کے بعد مدرسہ سبحانیہ شہر الہ آباد میں فخر القراء حضرت مولانا قاری محب الدین صاحب سے قرارت سبعہ اور قصیدہ شاطبیہ، التیسیر، معرفۃ الوقوف، معرفۃ الرسوم عقیلہ پھر قرارت ثلثہ متمم عشرہ مشہورہ مع کتب درسیہ یعنی الوجوہ المسفرہ، الدرۃ المضیئۃ وغیرہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ سبحانیہ میں اوائل شوال ۱۳۵۴ھ میں داخل ہوئے اور نصف شعبان ۱۳۵۶ھ تک وہاں رہے۔ ۱۰ ر شعبان ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو قرارت سبعہ سے فراغت پائی اور ۶ ر شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو قرارت ثلثہ متمم قرارت عشرہ سے فارغ ہوئے۔ قیام الہ آباد کے زمانہ میں ۲۹ ر اپریل ۱۹۳۷ء کو الہ آباد بورڈ سے مولوی کے امتحان میں فرسٹ ڈویزن سے کامیاب ہوئے اور ۳۰ ر اپریل ۱۹۳۸ء کو الہ آباد بورڈ سے عالم کے امتحان میں سکنڈ ڈویزن سے کامیابی حاصل کی، اس کے بعد حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کی خدمت میں کچھ دنوں رہ کر درس حدیث لیا۔

استاذ محترم حضرت قاری محب الدین صاحب کے حکم سے کچھ دنوں بنارس میں کچھ عربی کتابوں اور قرارت کی تعلیم دی اس کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ سے مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور ضلع اعظم گڑھ میں ناظرہ، حفظ، قرارت اور فارسی کی تعلیم ڈھائی برس

کے قریب دی پھر کچھ دنوں مکان پر رہے اس کے بعد گورکھپور شہر کے ایک مدرسہ میں تقریباً ڈیڑھ سال مدرسی کی پھر کچھ دنوں گھر پر مقیم رہے اس کے بعد یکم ذوالقعدہ ۱۳۶۲ھ سے شوال ۱۳۸۲ھ تک بیس برس جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں مدرس رہے اور یہاں فارسی و عربی کتابوں کی تدریس کے ساتھ خاص طور سے فن تجوید و قرارت کی زیادہ خدمت کی اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مبارکپور میں گھر گھر قاری پیدا کر دیا۔ پھر اوائل ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ سے اوائل ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ تک مدرسہ اشاعت العلوم پورہ معروف میں کتب درسیہ اور قرارت و تجوید کی تعلیم دی۔ افسوس کہ آپ کی علالت و ضعف کی وجہ سے اشاعت العلوم کی مدرسی ترک ہوگئی۔ اس کے باوجود ایک جماعت کو اپنے مکان پر ایک سال تک قرارت سبعہ کی تعلیم دیکر ان کو تکمیل تک پہنچایا۔

آپ کے اساتذہ یہ ہیں:۔ حفظ میں حافظ عبدالقادر صاحب معروفی۔ مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب مئوی اور مولانا محمد شبلی صاحب شہید اجر آبادی۔ دارالعلوم مئو میں رئیس المناطقہ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی، حضرت مولانا عبدالمتین صاحب پشاوری حضرت مولانا قاری ریاست علی صاحب بجر آبادی، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کوپاگنجی اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب حسینی مئوی۔ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں حضرت قاری محب الدین صاحب۔

آپ کی کتاب "احیاء المعانی" کی تالیف احیاء العلوم کی مدرسی کے زمانہ میں ہوئی جو ۱۳۹۳ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب قرارت سبعہ سے متعلق دو حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں اصولی اور حصہ ثانی میں فرعی اختلاف مذکور ہے اسی کے ساتھ اجراء سبعہ کا مستقل ایک رسالہ ہے۔

اصلاح حال کے لئے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری کے دست حق پرست پر بیعت کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین حضرت قاری محمد مبین صاحب کی طرف رجوع کیا۔

آپ ایک کامیاب ہومیو پیتھ ڈاکٹر بھی ہیں جس کی سند بھی آپ کے پاس ہے، ہومیو پیتھک دوائیں بھی رکھتے ہیں، آپ کے علاج سے اچھا خاصا نفع ہوتا ہے مگر ڈاکٹری کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا اور نہ اسکی طرف کوئی خاص توجہ ہے۔

الحاج الحافظ مولانا عبد الرحیم صاحب

محلہ بلوہ حافظ عبدالحی صاحب کے آپ لڑکے ہیں، ۱۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ گھر پر والد محترم سے قرآن کریم حفظ کیا، ابتدا سے ہدایہ تک کی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں حاصل کی، آپ بھی حضرت مولانا عبدالحی صاحب مئویؒ اور مولانا محمد شبلی صاحب شید اخیرآبادیؒ کے شاگردوں میں ہیں، مدرسہ معروفیہ سے دارالعلوم دیوبند گئے، وہاں مستقل تین سال رہ کر شعبان ۱۳۵۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء سے مدرسہ دارالعلوم قدسیہ سینیر اکڑا چوبیس پرگنہ میں درجات عربی کے مدرس ہوئے اور تادم تحریر اسی مدرسہ میں مدرسی کا سلسلہ قائم ہے، درمیان میں جب آپ کے والد محترم بستر علالت پر تھے تو تین برس یہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھا، ان کی وفات کے بعد پھر بدستور سابق کام میں مشغول ہو گئے، ۱۹۳۶ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

صوم وصلوٰۃ کے بہت ہی پابند اور زیادہ تر اپنا وقت مسجد میں گذارنے کے عادی ہیں، معاملات میں بہت محتاط اور صاف طبع ہیں، بدن اور کپڑے کی صفائی ستھرائی میں بھی مبالغہ پسند ہیں، ذرا شک وشبہہ پڑ جائے تو کپڑوں کے دھلنے اور غسل کرنے میں کوئی تردد نہیں کرتے۔ بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اتنا عمدہ حفظ ہے کہ جہاں سے جب چاہتے ہیں بلا تردد وتکان پڑھنے لگتے ہیں۔

الحاج مولانا امانت اللہ صاحب

محلہ پارہ حاجی عبدالمجید صاحب کے آپ لڑکے ہیں ۱۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے متوسطات تک کی تعلیم اشاعت العلوم میں حاصل کی، حضرت مولانا عبدالحی صاحب متوفی ۱۳۶۳ھ اور مولانا عبدالرؤف صاحب متوفی ۱۳۹۳ھ سے استفادہ زیادہ کیا، اشاعت العلوم سے مظاہر علوم سہارنپور پہونچکر ایک سال تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر دو برس زیر تعلیم رہے اور وہاں سے ۱۳۶۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد گھر کے کاموں میں مشغول رہے اور ساتھ ساتھ اشاعت العلوم کی ہر طرح خدمت کرتے رہے، بظاہر اس کے ناظم آپ کے خسر حاجی عبدالمنان صاحب گرہست تھے مگر درپردہ نظامت کے تمام فرائض آپ ہی انجام دیا کرتے تھے۔ اشاعت العلوم کی تعمیر و ترقی میں جس قدر آپ نے لوجہ اللہ محنت کی ہے وہ آپ کے علاوہ شاید ہی کسی کے حصہ میں آسکے۔ جب ۱۲ رجادی الاخری ۱۳۹۳ھ کو حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب صدر المدرسین کا انتقال ہوگیا تو آپ کی دیرینہ خدمات کے صلہ میں کارکنان مدرسہ نے اشاعت العلوم کی نظامت و صدارت آپ ہی کے سپرد کردی، آپ کی علمی صلاحیت بھی بہت اچھی ہے، مہمان نوازی میں بھی آپ کا کارنامہ قابل ستائش ہے جو آپ کے والد سے ورثہ میں ملا ہے۔

شیخ الحدیث القاری مولانا زین العابدین صاحب

محلہ پرانا پورہ محمد بشیر مرحوم کے آپ لڑکے ہیں ۱۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے شرح وقایہ تک مدرسہ معروفیہ میں پڑھا اس کے بعد شوال ۱۳۶۷ھ میں احیاء العلوم مبارکپور میں داخل ہوکر ایک سال یہاں ہدایہ وغیرہ پڑھا پھر ۱۲ رشوال ۱۳۶۸ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا اور یہاں ہدایہ اخیرین سے دورۂ حدیث تک پڑھا، دورہ سے پہلے فنون کی تکمیل کرلی، اکثر کتب فنون شرح اشارات، قاضی مبارک اور امور عامہ وغیرہ حضرت علامہ

مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی متوفی ۱۳۸۷ھ سے پڑھیں اور علم ہیئت مولانا البشیر احمد صاحب سے پڑھا۔ شعبان ۱۳۷۲ھ میں تمام طلبائے دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں اول نمبر سے کامیابی حاصل کی۔ دار العلوم کے دور طالب علمی میں وہاں بعض لڑکوں کو اصول الشاشی پڑھائی اور مکان پر کچھ لڑکوں کو شرح وقایہ اور سراجی پڑھائی۔ شوال ۱۳۷۲ھ ہی میں چوبیس پرگنہ بنگال میں مدرسی شروع کر دی، اسی سال خالص پور ضلع اعظم گڑھ کے ایک مدرسہ میں کچھ دنوں تعلیم دی۔ ۲۵ رمضان ۱۳۷۳ھ سے اگلہ خانپور ضلع میرٹھ میں ایک برس مدرس رہے ۴ شوال ۱۳۷۴ھ سے سینیر مدرسہ اسلامیہ گوما بھوبارٹی ضلع کامروپ، آسام میں مدرس ہوئے یہاں جلالین اور مشکوٰۃ تک تعلیم دیتے رہے، یہیں سے ۱۳ محرم ۱۳۷۸ھ کو جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں درجات عربی کے مدرس کی حیثیت سے بلائے گئے یہاں پر شعبان ۱۳۸۹ھ تک تقریباً گیارہ برس پڑھایا، اس کے بعد ایک سال تک تبلیغی کاموں میں سرگرم عمل رہے اور ملک کے بہت سے علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۶ شوال ۱۳۹۰ھ سے مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے، یہاں بخاری شریف، ترمذی شریف، ہدایۃ المجتہد حجۃ اللہ البالغہ اور شرح عقائد نسفی وغیرہ آپ کے زیر درس رہا کرتی ہیں۔ تادم تحریر اسی مدرسہ میں آپ شیخ الحدیث ہیں۔ حسب موقع تبلیغی اجتماعات میں بھی شرکت کرتے رہتے ہیں۔ فن قرارت و تجوید میں بھی اچھی استعداد رکھتے ہیں اور اس فن میں شیخ القراء حضرت قاری و مقری ظہیر الدین صاحب معروفی کے شاگرد ہیں۔ شرح عقائد نسفی کی شرح لکھی ہے، اسی طرح تبلیغی چھ باتیں مع شی زائد بزبان عربی تالیف کی ہے، خدا کرے کہ یہ کتابیں جلد طبع ہو سکیں۔

ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، ان کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ کی

طرف رجوع کیا اور شیخ و مرشد کی خانقاہ سہارنپور میں رمضان شریف گذارنے کا آپ کا بھی معمول ہے۔

شیخ الحدیث مولانا اللہ صاحب نعمت مئو

محلہ پارہ حاجی عبد المجید صاحب کے آپ لڑکے ہیں اور مولانا انت اللہ صاحب کے چھوٹے بھائی۔ ۱۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم سے متوسطات تک مدرسہ اشاعت العلوم میں پڑھا اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں چند سال تعلیم حاصل کی، اور یہیں سے ۱۳۷۷ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، علمی صلاحیت واستعداد بہت عمدہ ہے، فراغت کے بعد ایک سال کتب فنون پڑھیں۔ ہدایہ اخیرین کا امتحان سہ ماہی و ششماہی حضرت شیخ الادب متوفی ۱۳۷۷ھ نے لیا جس میں پچاس (۵۰) و اکیاون (۵۱) نمبر دیا، اس کے بعد حضرت شیخ الادب صاحب کی توجہ آپ کی طرف زیادہ ہو گئی اور انھیں کے حکم سے دار العلوم تاولی ضلع مظفر نگر میں دو برس پڑھایا اور نظامت بھی کی، پھر حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی نے تدریسی خدمت کے لئے داماپور بھیجدیا، وہاں آپ کو بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھانے کو دی گئی، اپنی کم سنی کی وجہ سے بخاری شریف پڑھانے سے انکار کر دیا اور اس کی اطلاع بذریعہ خط حضرت علامہ کو دیدیا، حضرت علامہ نے وہ خط حضرت شیخ مدنی کو دکھلایا، انھوں نے فرمایا کہ لکھدیجئے کہ اللہ کا نام لیکر محنت کر کے پڑھائیں ہم لوگ دعا کرتے ہیں اس کے بعد بخاری شریف کا درس شروع کر دیا، اس کے بعد سے درس حدیث کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

آپ نے جامعۃ الرشاد شہر اعظم گڑھ اور جامعہ عربیہ مصباح العلوم کوپا گنج میں بھی ایک عرصہ تک پڑھایا۔ آپ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں مدرس تھے کہ علامہ کبیر محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی دعوت پر ۱۳۹۳ھ میں جامعہ عربیہ مفتاح العلوم مئو میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تادم تحریر اسی عہدہ پر برسرکار ہیں۔

اصول فقہ میں آپ نے ایک معیاری کتاب بھی تالیف کی ہے جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر علمی دنیا میں اضافہ کا باعث ہوگی اور ابتدائی و متوسط درجہ کے طلباء کیلئے انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگی۔ ترمذی شریف کے ما فی الباب کی تخریج کتاب الطہارۃ اور نصف کتاب الصلوٰۃ تک کی تھی کہ معلوم ہوا کہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اس کی تخریج کر رہے ہیں، جب سے یہ سلسلہ موقوف ہو گیا، البتہ اس وقت دارقطنی کی کتاب الالزامات والتتبع علی الصحیحین پر تعلیق و تحشیہ کا کام آپ کر رہے ہیں ۱۲

شیخ الحدیث مولانا عبد الودود صاحب

پرانا پورہ مولانا عبد المنان صاحب بن محمد نذیر بن غلام محمد بن الحافظ عبد القادر کے آپ لڑکے ہیں۔ جنوری ۱۹۴۰ء میں ولادت ہوئی، اپنے دادا سے پارہ عم پڑھکر مدرسہ معروفیہ میں پڑھنے کے لئے گئے جبکہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبد الستار صاحب معروفی مسند تدریس پر فائز تھے۔ ۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۶۹ھ سے مدرسہ معروفیہ میں راقم الحروف خدمت تدریس پر مامور ہوا تو احقر سے فارسی کی دوسری سے لیکر شرح وقایہ، شرح جامی، مقامات حریری وغیرہ پڑھکر تین سال مفتاح العلوم مئو میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد دو برس دار العلوم دیوبند رہے، یہیں سے ۱۳۷۹ھ مطا ۱۹۶۰ء میں فراغت حاصل کی، حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب سے بخاری شریف پڑھی۔ ۱۴ شوال ۱۳۷۹ھ مطا ۱۱ اپریل ۱۹۶۰ء کو جب احقر زیارت حرمین شریفین کے لئے گیا تو میری جگہ تقریباً چار ماہ مدرسہ معروفیہ میں آپ نے تدریسی خدمت انجام دی۔ اس کے تقریباً چھ ماہ بعد مولانا زین العابدین صاحب معروفی کے حکم سے عربی کالج رنگیا، کامروپ (آسام) میں مدرسی اختیار کی، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۰ء سے وہاں کا تدریس شروع کیا، پہلے ہی سال ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف، تفسیر بیضاوی سورۂ بقرہ

الفوزالکبیر اور نخبۃ الفکر پڑھانی پڑیں۔ دوسرے سال بخاری شریف اور مسلم شریف مکمل آپ کے ذمہ رہیں، اس کے بعد سے ابتک بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف جلد اول اور مسلم الثبوت آپ کے زیر درس رہتی ہیں۔

عربی کالج زنگیا کا نصاب تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نصاب کے مطابق آسام مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے تحت چلتا ہے۔ آسام گورنمنٹ فضلاء دارالعلوم دیوبند کو ممتاز المحدثین کے پوسٹ پر نہیں تسلیم کرتی اس لئے آپ نے وہاں ممتاز المحدثین کا پرائیوٹ امتحان دیا جسمیں فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوئے۔ یہ عربی کالج زنگیا مولانا اسلام الدین صاحب ازہری کے ہاتھوں ۲۰ر فروری ۱۹۵۴ء میں قائم ہوا، ابتک وہی اس کے پرنسپل ہیں۔ زنگیا میں مولانا عبدالودود صاحب کا یہ اعزاز ہے کہ وہاں لوگ آپ کو صرف محدث صاحب کہکر پکارتے ہیں۔

مولانا محمد زبیر صاحب وغیرہ

محلہ بلوہ مولانا محمد یٰسین صاحب متوفی ۱۳۷۱ھ کے آپ لڑکے ہیں، ۱۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ اشاعت العلوم میں حاصل کی اور انتہائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں، یہیں سے ۱۳۶۹ھ میں فارغ ہوئے۔ نبک گرام ضلع بیربھوم (بنگال) کے ایک اسلامیہ مدرسہ میں بہت دنوں تک مدرسی کی۔ بہترین صلاحیت کے مالک ہیں۔ مدرسی کے دوران پرائیوٹ طریقہ سے محنت کر کے انگریزی تعلیم حاصل کی اور اپنے مطالعہ سے انٹر، بی، اے وغیرہ کا علی گڈھ یونیورسٹی سے امتحان دیا اور شبلی کالج اعظم گڈھ سے بی، ایڈ کیا۔ منماڑ ضلع ناسک کے ایک کالج میں ایک عرصہ تک ٹیچری کی وہاں سے تبادلہ ہوا تو فی الحال اِیُولہ ضلع ناسک کے ایک کالج میں انگریزی مضامین کے ٹیچر ہیں۔ دینی اور دنیاوی دونوں علوم کے سنگم ہیں تبلیغی کاموں سے بھی لگاؤ ہے، وہاں تبلیغی اجتماعات میں زیادہ تر آپ ہی کی تقریریں ہوتی ہیں۔

مولانا محمد عزیر صاحب آپ کے چھوٹے بھائی جن کی ولادت ۱۳۵۲ھ میں اور ۱۳۷۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہے۔ آپ نے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمت انجام دی، علمی لیاقت بہت ٹھوس ہے مگر افسوس کہ آپ ایک مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے تدریسی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حکیم مولوی مشتاق احمد صاحب محلہ بلوہ مولوی سلامت اللہ صاحب متوفی ۱۳۶۱ھ کے آپ لڑکے ہیں، ۲۲ رجنوری ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے، ۱۳۶۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، پھر علم طب حاصل کیا جسمیں پوری جماعت کے اندر اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہوئے پھر اپنا خاندانی مطب زندہ کیا پھر ہمدرد دواخانہ دہلی کی مجلس تجویز و تشخیص کے اطباء کے بورڈ میں دہلی بلائے گئے، چند سال وہاں رہے ۱۳۹۵ھ میں دہلی سے بنارس تبادلہ ہو گیا، فی الحال آپ بنارس میں ہیں۔

مولانا نعمت اللہ صاحب محلہ پارہ حاجی محمد سلیمان صاحب کے آپ لڑکے ہیں ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۷۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے تحصیل فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد ہی سے تدریسی و تعلیمی مشغلہ ہے، تبلیغی کاموں سے بھی دلچسپی ہے مختلف مدارس میں کام کیا، میزان الصرف سے سلم العلوم اور ہدایہ تک پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ اشاعت العلوم پورہ معروف اور فرقانیہ گونڈہ میں کچھ دنوں نظامت بھی کی۔

مولانا شفیق احمد صاحب محلہ پارہ محمد صدیق مرحوم کے لڑکے ۱۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳۸۳ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد سے فارغ ہوئے، علمی صلاحیت اچھی ہے، ایک عرصہ تک بیت العلوم سرائیمیر میں عربی

درجات کے مدرس تھے۔ ۱۳۹۴ھ میں آپ کو بیت العلوم سے اشاعت العلوم پورہ معروف میں بلالیا گیا۔ آپ کے عمدہ کارناموں کی وجہ سے بیت العلوم والے اپنے یہاں سے آنے نہیں دیتے تھے مگر مقامی لوگوں کے اصرار سے اشاعت العلوم کی مدرسی کو آپ نے ترجیح دی۔ شوال ۱۳۹۵ھ سے مدرسہ امداد العلوم وڈالی ضلع سابرکانٹھا (گجرات) کی مدرسی قبول کرلی جہاں پہلے ہی سال آپ کے زیر درس مسلم شریف، جلالین شریف اور ہدایہ اخیرین وغیرہ آگئیں۔

اسی طرح پورہ معروف کے بہت سے اہل علم قرب وجوار میں اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں، یوپی، بہار، بنگال، آسام، گجرات، مہاراشٹر، کشمیر اور نیپال وغیرہ میں تعلیمی، تبلیغی، دینی اور اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں جن کا تذکرہ انشاء اللہ قدرے تفصیل سے اس کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گا۔ اہل علم کے علاوہ دوسرے باکمال اشخاص کا تذکرہ بھی مشاہیر پورہ معروف میں ضروری معلوم ہوتا ہے اس لئے چند حضرات کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

الحاج محمد اسمٰعیل صاحب (بہرو حاجی بابا)

محلہ بانسہ محمد اسحٰق بن الحاج عبد اللہ کے آپ لڑکے تھے۔ ۱۳۲۵ھ میں دولت حج اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، دونوں کان سے بہرے تھے، بہرو حاجی بابا اور بہرو خلیفہ سے مشہور رہے۔ قد و قامت اور جسمانی طاقت بہت اچھی تھی، بہت محنتی اور جفاکش تھے۔ بنوٹ کے فن میں استاذ الاساتذہ تھے۔ سُنا گیا ہے کہ آپ نے یہ فن حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفی کے کسی شاگرد سے سیکھا تھا اور اس فن میں ایسا کمال پیدا کیا کہ آپ کے زمانہ میں ایسا ماہر فن استاذ اطراف وجوانب میں کوئی نہ تھا، روزانہ اپنے مکان پر لوجہ اللہ مسلمانوں کو بنوٹ سکھاتے اور مشق کراتے تھے۔ آپ کے مکان میں جو احاطہ کے نام سے مشہور تھا بنوٹ سے متعلق ہر قسم کے سامان کافی تعداد میں موجود رہتے تھے۔ اس فن میں آپ کو اتنا ملکہ ہو گیا تھا کہ رات میں لیٹے بیٹھے بہت

سے نئے نئے داؤں پیچ اپنے دماغ سے ایجاد کرتے اور دوسرے روز اپنے شاگردوں کو بتاتے شاگردوں پر بیحد شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ پورہ معروف میں اس فن کے جاننے والے بلاواسطہ یا بواسطہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ افسوس کہ اب اس جیسے مفید فن سے لوگوں کی دلچسپی ختم ہوگئی۔

آپ نے بڑی شفقت سے احقر کو بھی بنوٹ کی مشق شروع کرادی تھی، زمین پر چار دائرے بنا کر پیترا چلنا سکھا چکے تھے کہ بسلسلۂ تعلیم مجھے باہر جانا پڑ گیا اور یہ سلسلہ رک گیا۔

مچھلی کے شکار کا آپ کو بہت شوق تھا اور اسمیں کافی مہارت رکھتے تھے، تال نرجا اور دریائے ٹونس وغیرہ میں آئے دن وقت بے وقت تنہا چلے جاتے۔ بنوٹ جاننے کی وجہ سے بالکل نڈر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ تال نرجا سے مچھلی شکار کر کے لا رہے تھے، راستہ میں ایک لمبا دیو قامت مشہور ڈاکو مل گیا جو لوگوں سے مچھلیاں زبردستی چھین لیا کرتا تھا، اس نے مچھلی کا مطالبہ کیا، آپ بہرے تھے ہی، اس کی بات نہیں سمجھ سکے اور آگے بڑھے، وہ سامنے آکر کھڑا ہوگیا، آپ نے پوچھا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے مچھلی کی طرف اشارہ کیا، آپ نے کہا کہ مچھلی تو نہیں دوں گا اور اگر زبردستی کروگے تو اتنا ماروں گا کہ یاد کروگے۔ وہ ایسا خوفزدہ ہوا کہ اس کو راہ فرار ہی میں عافیت نظر آئی۔

آپ کی تندرستی بہت اچھی تھی، آخر عمر تک کام کرتے رہے اور جس کام میں دو آدمیوں کا لگنا ضروری ہوتا اسے اپنی حکمت سے تنہا انجام دیدیا کرتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب وغیرہ بنوٹ میں آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ سو سال سے زائد عمر پاکر ۱۳۷۲ھ یا ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔

خلیفہ عبدالواجد صاحب

محلہ پارہ میں بنوٹ کے اندر آپ مشہور استاذ گذرے ہیں واجد خلیفہ کے نام سے پکارے جاتے تھے، آپ نے یہ فن مشہور استاذ اور بنوٹ کے امام حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سے سیکھا تھا اور اسمیں ایسا کمال پیدا کیا کہ اطراف کی مسلم آبادیوں میں اس فن کی تعلیم و ترویج کے لئے ایک استاذ کی حیثیت سے بلائے جانے لگے۔ آپکے بہت سے شاگرد اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ بھی آپکے شاگردوں میں سے ہیں۔ فتحپور، ندواسرائے، حمیدپور، غالب پور، نرونی، اصغر کی بندی اور لال گنج وغیرہ مقامات میں آپنے تا عمر ایک استاذ کی حیثیت سے بنوٹ سکھایا یہانتک کہ موضع نرونی میں ۳ محرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء کو وفات پائی۔ سیلاب کا موسم تھا اسلئے بذریعہ کشتی آپ کی لاش پورہ معروف لاکر سپرد خاک کی گئی۔

حاجی محمد عمر صاحب

آپ خلیفہ عبدالواجد صاحب کے بھائی اور فن بنوٹ میں حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کے شاگرد تھے، اور اس فن میں مسلّم استاذ تھے، آپنے بھی اطراف و جوانب کے بہت سے مقامات میں لوگوں کو بنوٹ سکھایا، حضرت مولانا فتحپوریؒ آپکے بھی شاگردوں میں تھے، اس فن کی بدولت بہادری کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ہمیشہ تنہا میدان میں سوتے تھے اور ہر خطرہ سے بے نیاز رہتے تھے۔

مؤلف کتاب حضرت الحاج مولانا محمد عثمان صاحب معروفی مدظلہ العالی

آپ بھی پورہ معروف کی مشہور ہستیوں میں ہیں اسلئے مشاہیر پورہ معروف میں آپ کا بھی تذکرہ آنا ضروری ہے، چونکہ آپ خود اس کتاب کے مرتب ہیں اسلئے اپنا تذکرہ درج کتاب کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ احقر نے آپکے کاغذات کی چھان بین کرکے آپ کے کچھ حالات مرتب کیا ہے، جسے اصرار کے بعد شامل کتاب کرنا منظور کیا۔

احقر آپ کا ماموں زاد بھائی ہے اور شاگرد بھی، اگر اللہ نے توفیق بخشی تو استاذ محترم کی مفصل سوانح لکھنے کا قصد ہے۔

(محمد عثمان القاسمی خادم تدریس مدرسہ دینیات گھونسی، اعظم گڈھ)

حضرت الحاج القاری مولانا محمد عثمان بن الحاج القاری محمد حنیف بن الحافظ محمد یوسف بن الحاج عبدالقادر بن الحاج عبداللہ بن محمد دلار بن محمد دنیال بن محمد روشن۔ آپ بروز یکشنبہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۲۸ء کو محلہ بانسہ پورہ معروف میں پیدا ہوئے، آپ کا تاریخی نام محمد مظہر علی کر

آپ کے والد محترم قاری محمد حنیف صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ سے بیعت تھے اور بارہا تھانہ بھون جاکر حضرت شیخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے، قرارت وتجوید کی تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں پائی تھی، قاری محمد حنیف صاحب کے بڑے بھائی قاری عبدالکریم صاحب متوفی ۱۳۴۵ھ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے۔

اسی مذہبی وعلمی گھرانے میں استاذ محترم کی نشو ونما ہوئی، آپ بچپن ہی سے شرافت وبردباری کے مجسمہ اور اپنے ہمعصروں میں ممتاز رہے۔ قرآن پاک کی تعلیم گھر پر اپنے والد محترم سے پائی، ۱۳۵۷ھ سے ۱۳۶۲ھ تک پانچ برس مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں، مولانا محمد شبلی صاحب شیدا خیرآبادی

متوفی ۱۳۸۲ھ سے اردو، فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی اور بہت کچھ کتابت وغیرہ سیکھا پھر شوال ۱۳۶۲ھ سے شعبان ۱۳۶۳ھ تک ایک برس مدرسہ اشاعت العلوم پارہ میں عالم المعی حضرت مولانا عبدالحی مئوی متوفی ۱۳۶۳ھ سے نورالایضاح، ہدایۃ النحو وغیرہ پڑھا، اس کے بعد شوال ۱۳۶۳ھ سے شعبان ۱۳۶۴ھ تک ایک برس مفتاح العلوم مئو میں تعلیم پائی پھر شوال ۱۳۶۴ھ سے شعبان ۱۳۶۶ھ تک تین سال، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں تحصیل علم کیا، یہاں جلالین و مشکوٰۃ شریف تک پڑھا لیکن ان دو کتابوں کا ابتدائی حصہ نصف شوال سے نصف صفر ۱۳۶۷ھ تک چار ماہ حضرت مولانا عبدالستار صاحب معروفی سے مدرسہ معروفیہ میں پڑھا کیونکہ ان دنوں آپ کے والد محترم سفر حج میں تھے جس کی وجہ سے آپ کے لئے مکان پر رہنا ضروری تھا شوال ۱۳۶۷ھ میں دارالعلوم دیوبند گئے، امتحانِ داخلہ حضرت علامہ بلیاویؒ نے لیکر دورہ حدیث کی جماعت میں داخل کر دیا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ متوفی ۱۳۷۷ھ سے بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف جلد اول ۔ حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ متوفی ۱۳۸۷ھ سے مسلم شریف، طحاوی شریف اور قاضی مبارک ۔ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب متوفی ۱۳۷۴ھ سے ابوداؤد شریف مکمل، ترمذی شریف جلد ثانی اور شمائل ترمذی ۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ سے مؤطا امام مالک ۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ابن ماجہ شریف ۔ حضرت مولانا فخرالحسن صاحب مدظلہٗ سے نسائی شریف، بیضاوی شریف، توضیح تلویح، دیوان متنبی اور عروض المفتاح ۔ حضرت مولانا معراج الحق صاحب مدظلہٗ سے دیوان حماسہ اور السبع المعلقات ۔ حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب سے تصریح، شرح چغمینی، بست باب اور اقلیدس قاری احمد میاں صاحب سے مشق ترتیل ۔ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب سے کتابت خط نستعلیق

و نسخ ۔ اور حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری سے مشق فتویٰ نویسی کی۔ سالانہ امتحان کے نمبرات بعض کتابوں کے ملاحظہ ہوں:۔ خوشخطی ۵۲، بخاری شریف ۵۰، ترمذی شریف ۵۰ مؤطا امام مالک ۵۰ اسی طرح کم وبیش دوسری کتابوں کے بھی ہیں۔

ختم بخاری شریف کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب متوفی ۱۳۹۲ھ نے بھی بحکم حضرت شیخ الاسلام چند حدیثیں پڑھا کر اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ دورۂ حدیث کے بعد مزید ایک برس شوال ۱۳۶۸ھ سے شعبان ۱۳۶۹ھ تک دیوبند میں رہ کر کتب فنون کی تکمیل کی۔ پورے سال فتویٰ نویسی کی مشق کی اور کتابت وخوشنویسی میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ دیوبند ہی سے ۱۳۶۹ھ اپریل ۱۹۵۰ء میں لکھنؤ یونیورسٹی جاکر فاضل ادب عربی کا امتحان دیا، جسمیں سکنڈ ڈویزن سے کامیابی حاصل کی۔

تحصیل علم کے بعد جونہی آپ پورہ معروف آئے تو مدرسہ معروفیہ کے ناظم وارا کین نے مدرسہ کی تدریسی خدمت کے لئے آپ کو منتخب کرلیا، ۱۱ر ذوالقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۶ر اگست ۱۹۵۰ء سے ۲۰ر شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۶۹ء تک بیس (۲۰) برس مدرسہ معروفیہ میں آپ صدر المدرسین رہے۔ آپ سے پہلے مدرسہ کی تعلیمی حالت بہت ہی ناقص تھی اور چند لڑکے ابتدائی فارسی پڑھنے والے تھے اور بس۔ آپ نے بتدریج مدرسہ کو ایسی ترقی دی کہ شرح وقایہ اور شرح جامی تک تعلیم پہونچ گئی اور پھر بیرونی طلبہ مدرسہ میں رہنے لگے۔ آپ کی صلاحیتوں سے مدرسہ ایک بار پھر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگیا۔۔ درمیان میں ۲۱ر صفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۵۷ء سے سینیئر مدرس مدرسہ اسلامیہ گوماپھولباڑی کامروپ (آسام) میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے، لیکن وہاں کی آب وہوا ناموافق ہونے کے باعث چھ ماہ کے بعد آسام کی مدرسی ترک کردی اور پھر ۲۰ر ذوالحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ر جولائی ۱۹۵۸ء سے مدرسہ معروفیہ کے صدر المدرسین منتخب کرلئے گئے۔ ۱۴ر شوال ۱۳۷۹ھ

۱۱؍اپریل ۱۹۶۰ء سے ۳؍صفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۸؍جولائی ۱۹۶۰ء تک آپ کی جگہ آپ کے شاگرد رشید مولانا عبدالودود صاحب معروفی مدرسہ معروفیہ میں عارضی مدرس تھے جبکہ آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مدرسہ معروفیہ کی تعمیر و ترقی کے لئے آپ نے کس قدر پیہم جد و جہد کی اس پر پورہ معروف کا ذرہ ذرہ شاہد ہے، یہاں اسکی تفصیل پیش کرنیکی گنجائش نہیں۔ ۲۰؍شعبان ۱۳۸۹ھ کو آپ کسی وجہ سے مدرسہ معروفیہ سے مستعفی ہو گئے اور شنبہ ۹؍شوال ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰؍دسمبر ۱۹۶۹ء سے ملک کے مشہور تعلیمی ادارہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور میں درجات عربی کے لئے تدریسی خدمت پر منتخب کر لئے گئے اور تادم تحریر اسی ادارہ میں تعلیمی خدمات میں مشغول ہیں۔ یہاں عربی کی پہلی جماعت سے لیکر دورۂ حدیث تک کی کتابیں آپ کے زیر درس رہتی ہیں، عموماً شرح وقایہ، ہدایہ، ترجمہ کلام پاک، مقامات حریری، دیوان متنبی اور سبعہ معلقہ وغیرہ آپ سے متعلق رہتی ہیں، امسال ۹۵ھ و ۹۶ھ میں آپ کے ذمہ ترجمہ کلام پاک نصف ثانی، نسائی شریف، شمائل ترمذی، مختصر المعانی، قدوری اور علم الصیغہ و فصول اکبری ہیں، زمانہ متعلمی میں قدرے تجوید کی تعلیم حاصل کی تھی پھر ۱۳۹۲ھ میں قاری ظہیر الدین صاحب معروفی اور قاری محمد ادریس صاحب مبارکپوری سے باضابطہ پڑھکر تجوید و قرات کی بروایت حفص ۱۴؍جمادی الاخری ۱۳۹۴ھ کو تکمیل کی جس کی دستار فضیلت احیاء العلوم مبارکپور کی طرف سے آپ کے سر پر ۹؍شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸؍اگست ۱۹۷۴ء کو محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی، قاری ظہیر الدین صاحب معروفی، قاری عبدالمنان صاحب مدرس مفتاح العلوم مئو اور قاری محمد ادریس صاحب مبارکپوری وغیرہ کے ہاتھوں باندھی گئی۔

غالباً ۱۳۷۱ھ میں ٹانڈہ جاکر اپنے استاذ محترم شیخ العرب و العجم حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ سے بیعت کی، اکثر رمضان المبارک میں ٹانڈہ اپنے شیخ و مرشد کی خدمت میں پہنچکر

سلوک و تصوف کی تعلیم حاصل کرتے، چنانچہ آپ کے اوراد و وظائف مراقبہ تک پہنچ چکے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام ۱۳۷۷ھ میں رحلت فرما گئے، جس کی وجہ سے آپ کے جذبات بالکل سرد ہو گئے پھر حضرت شیخ کے وصال کے بعد حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی کی طرف رجوع کیا۔ فی الحال آپ کی عمر اڑتالیس (۴۸) برس کی ہے، اتنے دنوں میں جو کارہائے نمایاں آپ نے انجام دیئے ان سب کا شمار بہت مشکل ہے، مختصراً تھوڑا تذکرہ ہدیۂ ناظرین ہے:۔

تلامذہ

مدرسہ معروفیہ میں آپ نے بنیادی ٹھوس تعلیم دیکر ایسے ایسے شاگرد پیدا کر دیئے جو آج معیاری مدارس میں بخیر و خوبی کار تعلیم انجام دے رہے ہیں، مثلاً مولوی عبدالودود صاحب معروفی شیخ الحدیث عربی کالج رنگیا (آسام)، مولوی ہدایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ علیہ راجستھان، مولوی حسین احمد صاحب معروفی مدرس در گجرات، مولوی محمد مجتبیٰ صاحب معروفی مدرس در گونڈہ، مولوی عبدالستار صاحب معروفی صدرالمدرسین دارالرشاد بنکی بارہ بنکی، مولوی احمد علی صاحب در بھنگوی مدرس در ہزاری باغ (بہار)، مولوی مطیع الرحمٰن معروفی مدرس مدرسہ معروفیہ پورہ معروف، مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسہ قرآنیہ جونپور مولوی محمد یٰسین صاحب صدرالمدرسین مدرسہ صفۃ علم بھردلی شاہ گنج جونپور، احقر محمد عثمان القاسمی مدرس مدرسہ دینیات گھنڈا، اعظم گڈھ اور کتنوں کو کاتب و خوشنویس بناکر برسرکار بنادیا۔ یہ سب آپ کے تلامذہ مدرسہ معروفیہ کے ہیں۔

احیاء العلوم کے تلامذہ کی تعداد اس قدر ہے کہ ہمارے بیان سے باہر ہے۔

وعظ و تذکیر

گاہے گاہے موقع بموقع وعظ و تذکیر کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے ہیں قصبہ اور بیرون قصبہ جہاں کہیں موقع ملا یا کہیں بلائے گئے یا کسی دوسری ضرورت سے جانا ہوا اور وہاں کے لوگوں نے اصرار کیا تو وعظ و تقریر

سے دریغ نہیں کرتے، تبلیغی اجتماعات میں بھی کبھی کبھی شرکت کرتے ہیں اور کبھی کچھ بیان بھی کر دیتے ہیں۔

مضمون نویسی علمی و اصلاحی آپ کے مضامین ملک کے مؤقر رسائل و اخبارات میں کبھی کبھی شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں ماہنامہ "البلاغ" بمبئی، روزنامہ الجمعیۃ دہلی اور سیاست کانپور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تاریخ گوئی باموقع کلمات وعبارات سے استخراج تاریخ میں آپ اپنی نظیر ہیں۔ ملک کی مشہور ومعروف ہستیوں کی وفات پر آپ کی برآمد کردہ تاریخہائے وفات ومراثی ملک میں خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں جو آج بھی الجمعیۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر مطبوعہ ۲۵؍رجب ۱۳۷۷ھ مطا ۱۵؍فروری ۱۹۵۸ء میں، مجاہد ملت نمبر ۱۸؍شوال ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۵؍مارچ ۱۹۶۳ء میں۔ ماہنامہ "البلاغ" بمبئی کے احمد غریب نمبر مطبوعہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ مط ستمبر ۱۹۶۶ء میں۔ حضرت علامہ بلیاویؒ کی وفات پر "البلاغ" ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ مط فروری ۱۹۶۸ء میں۔ حضرت مولانا فتحپوریؒ کی وفات پر "معرفت حق" الہ آباد مطبوعہ شوال ۱۳۸۸ھ مط جنوری ۱۹۶۹ء میں، اور حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ کی وفات پر مطبوعہ "الجمعیۃ" دہلی کے "حیاتِ فخر الاسلام" وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ کتنے بچوں کے تاریخی نام اور بہت سے بزرگوں کی قبروں پر کندہ تاریخیں آپ ہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔ بعض مساجد ومدارس پر بھی آپ کی کہی ہوئی تاریخیں کندہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

خوشنویسی خطاطی وخوشنویسی میں آپ کے پہلے استاذ مدرسہ معروفیہ میں مولینا محمد شبلی صاحب خیرآبادی متوفی ۱۳۷۴ھ اور آخری استاذ دارالعلوم دیوبند میں خطاط شہیر حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب متوفی ۲۲؍ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء ہیں

آپ کا خط اتنا عمدہ اور پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے ملک میں آپ کو بہت شہرت حاصل ہوئی، جلی اور نمایاں حروف میں بنائے ہوئے آپ کے بورڈ و کتبات بہت سے مدارس و مساجد کی دیواروں پر ثبت ہیں۔ آپ کے لکھے ہوئے بورڈ جامعہ حسینیہ جونپور، مدرسۃ الحفاظ کلکتہ وغیرہ میں لگے ہوئے ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے اکیسویں اجلاس عام منعقدہ ۷، ۸، ۹ رجون ۱۹۶۳ء بمقام میرٹھ، بائیسویں اجلاس عام منعقدہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ ر اپریل ۱۹۶۶ء بمقام گیا (بہار) اور تیئیسویں اجلاس عام منعقدہ ۵، ۶، ۷ مئی ۱۹۷۲ء بمقام دہلی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی دعوت پر پہونچکر اسٹیج و جلسہ گاہ کی تزئین و سجاوٹ اور اجلاس سے متعلق تختیوں، کتبات اور بورڈ کی چار چار پانچ پانچ انچ موٹے قط سے چمکدار زرد پیلے اور سنہرے حروف سے زرد و سرخ لمبے لمبے کپڑوں پر کتابت کرکے اجلاس کی رونق میں چار چاند لگا دیا۔ ان کتبات کو دیکھکر اچھے اچھے کاتب بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

طغرا و پینٹری

شیشہ پر وارنش سے طغرا بنانے میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے۔ ایک زمانہ میں نہایت دیدہ زیب رنگ برنگ کے بیل بوٹوں کے ساتھ طغرا بنایا کرتے تھے، یہاں سے ناگپور تک آپکے طغرا پہونچے اور بہت پسند کئے گئے۔ طغرا سازی کا کام ایک عرصہ سے آپنے ترک کر دیا ہے پھر بھی آئے دن اس کے بنانے کا لوگوں کی طرف سے تقاضا ہوتا رہتا ہے۔

تالیف و تصنیف

تدریسی کام کے ساتھ آپ نے تالیف و تصنیف کا مشغلہ بھی قائم کر رکھا ہے۔ حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفی خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رح کی مکمل سوانح عمری "حیات طاہر" کے نام سے اور کمیونزم کی مذہبی حیثیت معلوم کرنے کے لئے "کمیونزم اور مذہب" نامی کتاب اسرار کریمی پریس

الہ آباد سے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں طبع ہوئیں۔ "حرم مغفرت" نامی کتاب مکتبہ اشرفیہ بمبئی ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں چھپی جس میں عام ضروریات زندگی سے متعلق اسّی (۸۰) حدیثوں کا سلیس اردو ترجمہ کے ساتھ انتخاب ہے۔ پھر انواع و اقسام کی تاریخی معلومات پر مشتمل آپ کی مشہور و معروف "الدین ایک عالمی تاریخ" ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں طبع ہوئی جو اسقدر مقبول ہوئی کہ چند ماہ میں اس کا پہلا ایڈیشن تقریباً ختم ہو گیا۔

اس کتاب پر بہترین تبصرے "تعمیر حیات" لکھنؤ ۲۵؍ جون ۱۹۷۵ء، الجمعیۃ دہلی ۲۴؍ جولائی ۱۹۷۵ء اور ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ "مشاہیر پورہ معروف" ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں طبع ہوئی جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مقامات حریری اور القراءۃ الراشدہ کے حل لغات کا کام بھی آپ شروع کر چکے ہیں، اللہ کرے کہ جلد از جلد مکمل ہو کر شائع ہو تاکہ شائقین علم کے لئے مزید استفادہ کی صورت فراہم ہو جائے۔

شاعری

شاعری میں کسی کے سامنے آپنے زانوے تلمذ تہہ نہیں کیا اور نہ مشاعروں یا جلسوں میں کبھی اپنا کلام سناتے ہیں۔ آپکے تاریخی اشعار، قطعات اور نظمیں کتب و رسائل اور اخبارات میں گاہے گاہے دیکھنے میں آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔

ایک اور شرف

یہ شرف بھی آپ کو حاصل ہے کہ دو شخصوں کو کلمۂ طیبہ پڑھا کر ان کو حلقہ بگوش اسلام کیا، غالباً ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں پورہ معروف میں ایک نومسلمہ کو کلمہ پڑھا کر ایک شخص سے اس کا نکاح پڑھوا دیا اور سلطانہ بیگم کو ۱۹؍ رمضان ۱۳۹۴ھ مطابق ۶؍ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کلمہ پڑھا کر بشیر احمد فیرس لین کلکتہ سے نکاح پڑھا دیا۔

تعمیر مسجد اپنے پڑوس کی نئی مسجد کیلئے آپ ہی نے چندہ کرکے زمین خریدی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۸۵ھ ۱۶ اگست ۱۹۶۵ء کو سنگِ بنیاد رکھوایا اور اندرونی حصّہ تعمیر کرایا ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء جمعہ کے دن نماز عصر سے نماز پڑھنے کا سلسلہ جاری ہوا، ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء میں مسجد کا سائبان بنا

معلّمہ میمونہ حجن صاحبہ محلہ بانسہ حاجی عبدالغفور متوفی ۱۳۵۱ھ کی بیوی تھیں۔ آپنے دو مرتبہ حج کیا، پہلی بار اپنے شوہر کے ساتھ ۱۳۴۵ھ میں پھر نو برس کے بعد اپنے چچا کے ہمراہ ۱۳۵۴ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئیں اور اکثر و بیشتر مقامات مقدسہ کی زیارت کی، اس سال حکیم مولینا محمد محمود صاحب بھی سفر حج میں ساتھ تھے۔ میمونہ حجن صوم و صلوٰۃ کی بہت زیادہ پابند تھیں

مسجد کے سامنے ہی کچھ فاصلہ پر ان کا مکان تھا، مکان کے دروازہ یا کھڑکی کے پاس آکر اذان کی آواز کا انتظار کرتی رہتی تھیں اور جب خود نہ سُنتیں تو گھر کے لوگوں سے پوچھتیں، اذان کے بعد فوراً نماز کے لئے کھڑی ہوجاتیں، سنن و نوافل تسبیح اور تلاوت قرآن میں پوری پابندی کرتیں۔ کسی عورت میں خلاف شرع کوئی چیز دیکھتیں تو بر وقت شدّت سے تنبیہ کرتیں، اس کے علاوہ آپ کا مکان ایک تعلیم گاہِ نسواں تھا جس میں اچھی خاصی تعداد میں مستقل طور پر چھوٹی بڑی لڑکیاں قرآن کریم اور بہشتی زیور وغیرہ آپ سے پڑھتی تھیں، آپ کا مدرسہ صبح سے دس (۱۰) بجے تک اور ظہر بعد سے عصر تک چلتا تھا، تازندگی تعلیم قرآن کا سلسلہ قائم رکھا۔

تعلیم کے ساتھ لڑکیوں کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھتی تھیں، بڑی بڑی لڑکیاں رات میں آکر پڑھتی تھیں اور آپ سے نماز کی ترکیب سیکھتیں، آپ اپنے سامنے ان کو وضو کراتیں اور نماز پڑھواتیں، جو خامی ہوتی اس کو دور کرتیں، پانچ وقت میں کتنی رکعتیں فرض کتنی واجب اور کتنی سنت و نفل ہیں ان کو بتاتیں۔

ع اس کتاب میں مردوں کے ساتھ اگر عورتوں کا تذکرہ نہ ہو تو ایک خلا رہ جائیگا اسلئے صرف ایک معلمہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے

پورہ معروف کا کوئی محلہ خالی نہ ہوگا جس میں آپ کی تعلیم و تربیت یافتہ عورتیں نہ ہوں اللہ نے آپ کو عمر بھی لمبی عطا کی تھی، جسم میں رعشہ ہوگیا تھا مگر آخر وقت تک اپنا کام خود انجام دیتی رہیں۔ احقر سے بہت مانوس تھیں، رشتہ میں دادی ہوتی تھیں۔ ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۷۵ء شنبہ کو بوقت عصر وفات پائی اور بعد عشاء سپرد خاک ہوئیں، تقریباً نوے برس عمر پائی۔

فہرست علماءِ کرام پورہ معروف (ریحان بلوہ)

	نام مع ولدیت	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱	حضرت مولانا محمد طاہر بن شیخ پیر محمد صاحب	سنہ ۱۳۲۲ھ	مدرسہ قرآنیہ جونپور	
۲	حکیم مولانا محمد محمود بن حکیم محمد طاہر صاحب		فیض عام کانپور	سنہ ۱۳۱۴ھ
۳	مولانا محمد یٰسین بن الحاج محمد سلیمان صاحب		دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۳۹ھ
۴	مولوی عبد الرحمٰن بن عصمت اللہ صاحب		″	تقریباً سنہ ۱۳۵۰ھ
۵	مولوی رحمت اللہ بن مولانا محمد محمود صاحب		″	سنہ ۱۳۵۳ھ
۶	مولوی محمد بشیر بن الحاج برکت اللہ صاحب	سنہ ۱۹۱۹ء	″	سنہ ۱۳۵۴ھ
۷	مولوی محمد یٰسین بن عبد اللہ صاحب		مفتاح العلوم مئو	
۸	مولوی عبد الحق بن محمد ایوب صاحب		دار العلوم مئو	
۹	حکیم مولوی مشتاق احمد بن مولوی سلامت اللہ	سنہ ۱۹۳۰ء	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۶۹ھ
۱۰	مولوی محمد زبیر بن مولوی محمد یٰسین صاحب	سنہ ۱۳۵۰ھ	″	سنہ ۱۳۶۹ھ
۱۱	مولوی محمد عزیر بن ″ ″ ″	سنہ ۱۳۵۲ھ	″	سنہ ۱۳۷۰ھ

	نام مع ولدیت	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱۲	مولوی مشتاق احمد بن الحاج محمد امین صاحب	۱۳۵۶ھ	دارالعلوم دیوبند	۱۳۷۷ھ
۱۳	مولوی حسین احمد بن مولوی نثار احمد صاحب	۱۳۵۷ھ	مظاہر علوم سہارنپور	۱۳۷۷ھ
۱۴	مولوی قاری محمد عثمان بن عبد الرشید صاحب	۱۳۵۵ھ	دارالعلوم دیوبند	۱۳۷۶ھ
۱۵	مولوی نظام الدین بن انوار الحق صاحب	۱۳۷۱ھ	" "	۱۳۹۱ھ
۱۶	مولوی امام الدین بن ڈاکٹر حسام الدین "	۱۹۵۱ء	" "	۱۳۹۱ھ
۱۷	مولوی محمد الیسین بن احمد حسن صاحب	سنہ	" "	۱۳۹۳ھ

	نام مع ولدیت (محلہ بانسہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱	مولوی محمد شبلی بن الحافظ عبد الرشید صاحب	۱۳۰۹ھ	دارالعلوم دیوبند	۱۳۳۹ھ
۲	مولوی عبد المجید بن محمد صدیق صاحب	۱۳۲۷ھ	دارالعلوم مئو	۱۳۵۰ھ
۳	مولوی نظام الدین بن میانجی جمن صاحب	۱۳۲۹ھ	دارالعلوم دیوبند	۱۳۵۲ھ
۴	مولوی محمد رفیع بن عبد اللہ صاحب	۱۳۲۹ھ	" "	۱۳۵۲ھ
۵	مولوی ہدایت اللہ بن الحاج یار محمد صاحب	۱۳۳۰ھ	مفتاح العلوم مئو	۱۳۵۴ھ
۶	مولوی قاری عبد الجبار بن مجیب اللہ صاحب	۱۳۳۹ھ	دارالعلوم مئو	۱۳۵۹ھ
۷	مولوی محمد عثمان بن قاری محمد حنیف "	۱۳۴۷ھ	دارالعلوم دیوبند	۱۳۶۹ھ
۸	مولوی زین العابدین بن نظام الدین صاحب	۱۳۵۰ھ	" "	۱۳۷۲ھ
۹	مولوی ظہیر الحق بن مولوی نظام الدین صاحب	۱۳۵۰ھ	" "	۱۳۷۲ھ
۱۰	مولوی نظام الدین بن خلیل احمد صاحب	۱۳۵۱ھ	" "	۱۳۷۳ھ
۱۱	مولوی فیض الرحمٰن بن عبد الرحیم صاحب	۱۳۵۳ھ	مفتاح العلوم مئو	۱۳۷۶ھ

	نام مع ولدیت (محلہ بانسہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
(۱۲)	مولوی زین العابدین بن حاجی محمد داؤد صاحب	سنہ ۱۳۵۶ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۷۸ھ
(۱۳)	مولوی عبدالستار بن قاری ظہیرالدین صاحب	سنہ ۱۳۶۱ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۴)	مولوی محمد نذیر بن سلیم اللہ صاحب		دارالعلوم مئو	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۵)	مولوی محمد فاروق بن حاجی عبدالرؤف صاحب	سنہ ۱۳۶۰ھ	مظاہر علوم سہارنپور	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۶)	مولوی محمد مجتبیٰ بن مولوی محمد رفیع صاحب	سنہ ۱۳۵۹ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۰ھ
(۱۷)	مولوی محمد نعمان بن مولوی ہدایت اللہ صاحب	سنہ ۱۳۳۵ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۸۱ھ
(۱۸)	مولوی عبدالستار بن مولوی محمد رفیع صاحب	سنہ ۱۳۶۴ھ	〃 〃	سنہ ۱۳۸۶ھ
(۱۹)	مولوی عبدالغفار بن قاری ظہیرالدین صاحب		دارالعلوم مئو	سنہ ۱۳۹۲ھ
(۲۰)	مولوی انیس الرحمٰن بن رفیق احمد صاحب		〃 〃	سنہ ۱۳۹۲ھ

	نام مع ولدیت (محلہ پرانا پورہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
(۱)	مولوی محمد فاروق بن حاجی یار محمد صاحب		چلہ امروہہ مرادآباد	
(۲)	مولوی عبدالحمید بن غلام محمد صاحب	سنہ ۱۳۲۰ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۴۵ھ
(۳)	مولوی عبدالمنان بن محمد نذیر صاحب	سنہ ۱۳۳۰ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۵۳ھ
(۴)	مولوی یار محمد بن محمد محمود صاحب	سنہ ۱۳۲۹ھ	چلہ امروہہ مرادآباد	سنہ ۱۳۵۳ھ
(۵)	مولوی محمد امین بن محمد محمود صاحب	سنہ ۱۳۳۹ھ	دارالعلوم مئو	سنہ ۱۳۵۶ھ
(۶)	مولوی ظہیرالحق بن عبدالسلام صاحب	سنہ ۱۳۴۷ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۶۹ھ
(۷)	مولوی محمد یونس بن محمد بشیر صاحب	سنہ ۱۳۴۸ھ	〃 〃	سنہ ۱۳۷۱ھ
(۸)	مولوی زین العابدین بن محمد بشیر صاحب	سنہ ۱۳۵۱ھ	〃 〃	سنہ ۱۳۷۲ھ

	نام مع ولدیت (محلہ مولانا پوری)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۹	مولوی محمد خلیل بن مولوی محمد فاروق صاحب	سنہ ۱۳۵۲ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۳ھ
۱۰	مولوی اسرار الحق بن محمد حسین صاحب	سنہ ۱۳۳۹ھ	" "	سنہ ۱۳۷۶ھ
۱۱	مولوی محمد کفیل بن حاجی رحم علی صاحب		" "	سنہ ۱۳۷۷ھ
۱۲	مولوی عبدالودود بن مولوی عبدالحنان صاحب	سنہ ۱۹۴۰ء	" "	سنہ ۱۳۷۹ھ
۱۳	مولوی محمد عثمان بن محمد بشیر صاحب	سنہ ۱۳۶۹ھ	" "	سنہ ۱۳۹۲ھ

	نام مع ولدیت (محلہ نیا پورہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱	مولانا عبدالستار بن حاجی عبدالرشید صاحب	سنہ ۱۹۰۴ء	مظاہر علوم سہارنپور	سنہ ۱۳۴۶ھ
۲	مولوی نظام الدین بن عبدالحق صاحب	سنہ ۱۳۲۵ھ	" "	سنہ ۱۳۴۶ھ
۳	مولانا عبدالجبار بن حاجی عبدالرشید صاحب	سنہ ۱۹۰۷ء	" "	سنہ ۱۳۴۷ھ
۴	مولوی سلامت اللہ بن عبدالحق صاحب	سنہ ۱۳۲۲ھ	دارالعلوم مئو	سنہ ۱۳۵۰ھ
۵	مولوی نعمت اللہ بن حاجی حبیب اللہ صاحب	سنہ ۱۳۲۴ھ	" "	سنہ ۱۳۵۰ھ
۶	مولوی محمد یعقوب بن عبدالغفور صاحب	سنہ ۱۳۲۶ھ	" "	سنہ ۱۳۵۱ھ
۷	مولوی عصمت اللہ بن عبدالخالق صاحب	سنہ ۱۳۲۶ھ	" "	سنہ ۱۳۵۱ھ
۸	مولوی محمد رضی بن عبدالحق صاحب	سنہ ۱۳۴۵ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۶۶ھ
۹	مولوی عبدالباری بن مولانا عبدالجبار صاحب	سنہ ۱۳۶۰ھ	مظاہر علوم سہارنپور	سنہ ۱۳۷۹ھ
۱۰	مولوی ابوبکر بن عبدالرحمٰن صاحب	سنہ ۱۳۵۴ھ	" "	سنہ ۱۳۷۹ھ
۱۱	مولوی مشتاق احمد بن حافظ عبدالغفار صاحب	سنہ ۱۳۵۶ھ	جامعہ قاسمیہ مراد آباد	سنہ ۱۳۸۰ھ
۱۲	مولوی محفوظ الرحمٰن بن مولانا عبدالجبار صاحب	سنہ ۱۳۶۲ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۲ھ

	نام مع ولدیت (محلہ بنیاپورہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱۳	مولوی انوار احمد بن مولوی نعمت اللہ صاحب	سنہ ۱۳۵۹ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۴ھ
۱۴	مولوی فیضان الرحمٰن بن محمد ادریس صاحب	سنہ ۱۳۶۴ھ	" "	سنہ ۱۳۸۶ھ
۱۵	مولوی حفظ الرحمٰن بن مولانا عبد الجبار صاحب	سنہ ۱۳۶۴ھ	مفتاح العلوم جلال آباد	سنہ ۱۳۸۸ھ
۱۶	مولوی عتیق الرحمٰن بن " " "	سنہ ۱۳۶۶ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۹۰ھ
۱۷	مولوی منظور احمد بن شمس الدین صاحب		" "	سنہ ۱۳۹۰ھ
	نام مع ولدیت (محلہ پاورہ)	**سال ولادت**	**مقام فراغت**	**سال فراغت**
۱	مولوی عبد الرحمٰن بن حاجی روشن صاحب	سنہ ۱۲۹۳ھ	مدرسہ امینیہ دہلی	
۲	مولوی محمد ظہیر بن حاجی ثنار اللہ صاحب	سنہ ۱۳۳۰ھ	دار العلوم مئو	سنہ ۱۳۶۱ھ
۳	مولوی عبد السلام بن حاجی عبد المجید صاحب	سنہ ۱۳۴۰ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۶۱ھ
۴	مولوی امانت اللہ بن حاجی عبد المجید صاحب	سنہ ۱۳۴۸ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۶۹ھ
۵	مولوی نعمت اللہ بن حاجی محمد سلیمان صاحب	سنہ ۱۹۲۹ء	" "	سنہ ۱۳۷۱ھ
۶	مولوی اسرار الحق بن حاجی محمد نذیر صاحب	سنہ ۱۳۵۴ھ	جامعہ تعلیم الاسلام آنند	سنہ ۱۳۷۱ھ
۷	مولوی نثار احمد بن حاجی محمد عثمان صاحب	سنہ ۱۳۵۲ھ	" "	سنہ ۱۳۷۱ھ
۸	مولوی نعمت اللہ بن حاجی عبد المجید صاحب	سنہ ۱۳۵۴ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۲ھ
۹	مولوی بشیر احمد بن حاجی علیم اللہ صاحب	سنہ ۱۹۳۳ء	" "	سنہ ۱۳۷۲ھ
۱۰	مولوی نعیم الرحمٰن بن حاجی بخش اللہ صاحب	سنہ ۱۳۵۴ھ	" "	سنہ ۱۳۷۲ھ
۱۱	مولوی محمد یٰسین بن حاجی عبد الرحمٰن صاحب	سنہ ۱۹۳۴ء	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۷۲ھ
۱۲	مولوی صفی اللہ بن محمد صدیق صاحب	سنہ ۱۹۳۴ء	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۴ھ

	نام مع ولدیت (محلہ پارہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
(۱۳)	مولوی عبدالحکیم بن حاجی عبدالرحمٰن صاحب	سنہ ۱۹۳۸ء	مظاہر علوم سہارنپور	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۴)	مولوی صغیر احمد بن حاجی عصمت اللہ صاحب	سنہ ۱۳۴۳ھ	" "	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۵)	مولوی محمد بن حاجی اسد اللہ صاحب	سنہ ۱۹۳۸ء	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۹ھ
(۱۶)	مولوی ہدایت اللہ صاحب نومسلم		" "	سنہ ۱۳۸۰ھ
(۱۷)	مولوی عبداللطیف بن حاجی اسد اللہ صاحب	سنہ ۱۹۴۰ء	" "	سنہ ۱۳۸۲ھ
(۱۸)	مولوی رفیق احمد بن محمد صدیق صاحب	سنہ ۱۳۶۳ھ	جامعہ قاسمیہ مرادآباد	سنہ ۱۳۸۴ھ
(۱۹)	مولوی محمد یونس بن عبدالعزیز صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۵ھ
(۲۰)	مولوی ممتاز احمد بن قاری اشرف علی صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	" "	سنہ ۱۳۸۵ھ
(۲۱)	مولوی معین الدین بن مولوی عبدالسلام صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	" "	سنہ ۱۳۸۵ھ
(۲۲)	مولوی مختار احمد بن خلیل احمد صاحب	سنہ ۱۳۶۵ھ	" "	سنہ ۱۳۸۶ھ
(۲۳)	مولوی حفیظ الرحمٰن بن حاجی بخش اللہ صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۸۸ھ
(۲۴)	مولوی محمد مجتبیٰ بن حاجی محمد عثمان صاحب	سنہ ۱۹۴۹ء	" "	سنہ ۱۳۸۸ھ
(۲۵)	مولوی مجیب الرحمٰن بن عبدالسبحان صاحب	سنہ ۱۳۶۷ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۹ھ
(۲۶)	مولوی الطاف الرحمٰن بن مولوی امانت اللہ صاحب	سنہ ۱۳۷۱ھ	" "	سنہ ۱۳۹۱ھ
(۲۷)	مولوی محفوظ الرحمٰن بن حافظ محمد اسرائیل صاحب	سنہ ۱۳۶۹ھ	" "	سنہ ۱۳۸۹ھ
(۲۸)	مولوی فرید الحق بن حاجی محمد امین صاحب	سنہ ۱۳۷۰ھ	جامعہ قاسمیہ مرادآباد	سنہ ۱۳۹۱ھ
(۲۹)	مولوی حبیب الرحمٰن بن اظہار الحق صاحب	سنہ ۱۳۷۱ھ	" "	سنہ ۱۳۹۲ھ
(۳۰)	مولوی حبیب الرحمٰن بن مولوی عبدالسلام صاحب	سنہ ۱۳۷۱ھ	دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۳۹۲ھ

#	نام مع ولدیت (محلہ پارہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۳۱	مولوی مطیع الرحمن بن خیر البشر صاحب	سنہ ۱۳۷۱ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۹۲ھ
۳۲	مولوی ریاض احمد بن حاجی عبد القدوس صاحب	سنہ ۱۹۵۲ء	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۹۳ھ
۳۳	مولوی عبد المعبود بن محمد داؤد صاحب	سنہ ۱۳۷۴ھ	جامعہ قاسمیہ مرادآباد	سنہ ۱۳۹۳ھ
۳۴	مولوی صغیر احمد بن محمد صدیق صاحب	سنہ ۱۹۵۱ء	″ ″	سنہ ۱۳۹۳ھ
۳۵	مولوی حبیب الرحمن بن حافظ حبیب اللہ صاحب	سنہ ۱۳۷۲ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۹۴ھ
۳۶	مولوی عطاء اللہ بن حافظ مختار احمد صاحب	سنہ ۱۹۵۳ء	جامعہ قاسمیہ مرادآباد	سنہ ۱۳۹۵ھ

#	نام مع ولدیت (محلہ اسلام پورہ)	سال ولادت	مقام فراغت	سال فراغت
۱	مولوی محمد محمود بن حبیب اللہ صاحب	سنہ ۱۳۳۲ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۵۴ھ
۲	مولوی محمد یونس بن میاں جی محمد نذیر صاحب	سنہ ۱۳۵۰ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۷۱ھ
۳	مولوی محمد شبیر بن مولوی محمد محمود صاحب	سنہ ۱۳۵۵ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۷۸ھ
۴	مولوی محمد مطلوب بن مولوی محمد محمود صاحب	سنہ ۱۳۶۱ھ	جامعہ قاسمیہ مرادآباد	سنہ ۱۳۸۴ھ
۵	مولوی مقبول احمد بن حافظ محمد یعقوب صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۸۸ھ
۶	مولوی حفظ الرحمن بن حاجی محمد شبلی صاحب	سنہ ۱۳۶۶ھ	″ ″	سنہ ۱۳۸۸ھ
۷	مولوی مرغوب احمد بن حافظ محمد یعقوب صاحب	سنہ ۱۳۶۹ھ	دار العلوم دیوبند	سنہ ۱۳۸۹ھ
۸	مولوی محمد ابراہیم بن محمد خلیل صاحب	سنہ ۱۳۶۹ھ	مفتاح العلوم مئو	سنہ ۱۳۹۰ھ

رنگ برنگ پھولوں کا سدا بہار چمن

یہ عنوان ہے ایک کتاب کا جس کا نام ہے "ایک عالمی تاریخ" تالیف مولانا محمد عثمان صاحب استاد جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور، اعظم گڑھ۔ کتاب کے نام میں اگر گنجینہ یا خزانہ کا لفظ بڑھایا جاتا یعنی سارے عالم اور دنیا جہان کی تاریخ کا خزانہ تو اسم با مسمّیٰ ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر کے علوم و فنون، اُن سے متعلق اشخاص، تصانیف اور اقسام وانواع کا تذکرہ اس کتاب میں ہے۔ اسکو آپ چھوٹا سا "انسائیکلوپیڈیا" بھی کہہ سکتے ہیں۔

اسمیں آپ انبیاء علیہم السلام کی عمریں بھی پائیں گے، اسلامی فتوحات کی تاریخیں اور ہندوستان میں یورپین اقوام کی آمد، اقوام عالم کی زبانیں بھی اسمیں مذکور ہیں اور قرآن حکیم کی ۲۳ سالہ تاریخ بھی کہ کس سنہ میں کون کون سی سورتیں نازل ہوئیں۔ ہندوستان کی ریاستوں کی فہرست، ہر ریاست کا رقبہ، مردم شماری اور ریاست میں بولی جانیوالی زبانوں کا تذکرہ بھی اسمیں مندرج ہے اور ہر ریاست کے طلوع وغروب، اوقات نماز اور اوقات سحر و افطار کے نقشے بھی اسمیں سجے ہوئے ہیں۔ کتاب کو آپ دلچسپ علمی تماشہ بھی کہہ سکتے ہیں اور رنگ برنگ پھولوں کا سدا بہار چمن بھی۔

آپ معلومات کے اس ذخیرہ کو اپنے پاس ضرور رکھئے، اندھیری رات میں بیٹری کا کام دیگا۔ بہرحال کتاب قابلِ دید ہے اور مؤلفِ کتاب مستحق تحسین۔

راقم، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دہلی متوفی سنہ ۱۳۹۵ھ شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ
مطبوعہ، روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۴ ار رجب سنہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ ر جولائی سنہ ۱۹۷۵ء